خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار　　لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

جاری کردہ : اقتدار احمد مرحوم　　۳ ستمبر ۱۹۹۷ء　　مدیر : حافظ عاکف سعید

"اقامت دین کی جدوجہد میں شرکت ہمارے ایمان کی کسوٹی ہے"

".....اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ مطالبہ نہیں کیا ہے کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی حکومت کی طرح ایک حکومت قائم کر دیں۔ نہ بندوں کو اس بات کی طاقت حاصل ہے نہ خدا نے اس کی تکلیف دی ہے۔ البتہ یہ مطالبہ ہم سے کیا گیا ہے کہ ہم اقامت دین کے لئے جدوجہد کریں اور اس جدوجہد میں اپنا تمام سرمایہ زندگی لگا دیں۔ جان بھی اور مال بھی اور اپنی تمام مرغوبات و محبوبات بھی۔ اور دین سے مراد اجزائے دین میں سے کوئی جزو مراد نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو بلکہ دین بحیثیت مجموعی مراد ہے۔ اس کے کلیات بھی اور جزئیات بھی' عقائد بھی اور اعمال بھی' یہ جدوجہد پورے جوش کے ساتھ مطلوب ہے اور اللہ کے نزدیک یہی چیز ہمارے ایمان اور نفاق کی کسوٹی ہے۔ کوئی سینہ جو اس ولولہ سے خالی ہو ایمان کا مسکن نہیں بن سکتا اور کوئی دل جو اس درد سے ناآشنا ہو' خدا کا گھر نہیں ہو سکتا۔ کتنی ہی تسبیحیں گردانی جائیں' کتنے ہی وظیفے پڑھے جائیں اور کتنی ہی ضربیں لگائی جائیں' اس عشق کے بدل نہیں ہو سکتے۔ ساری دینداری کی روح یہی ہے اور خدا کے ہاں دلوں کے اندر سب سے پہلے یہی چیز ڈھونڈی جائے گی اور یہ بھی ایک ضروری شرط ہے کہ یہ جدوجہد جماعتی شکل میں ہو' انفرادی شکل میں نہ ہو۔ ہر مرد حق کا فرض ہے کہ وہ پہلے اپنے اندر اس کی گرمی پیدا کرے اور پھر یہ کوشش کرے کہ اس آگ سے سارے دل بھڑک اٹھیں۔ یہ سوال بحث سے خارج ہے کہ یہ جدوجہد کس نتیجہ تک منتہی ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ ہم آروں سے چیر ڈالے جائیں' گلیوں میں گھسیٹے جائیں' انگاروں پر لٹائے جائیں اور ہمارے جسموں کو چیل اور کوے نوچیں اور ان ساری باتوں کے بعد بھی ہمیں یہ سعادت حاصل نہ ہو سکے کہ ہم موجودہ نظام باطل کو ایک نظام حق سے بدل دیں لیکن نہ تو یہ ناکامی ہے اور نہ اس کا اندیشہ بلکہ اس کا یقین بھی' ہم کو اس مطالبہ سے سبکدوش کر سکتا ہے جو خدا نے اقامت دین کے لئے ہم سے کیا ہے۔ وہ ایک قطعی اور اٹل فرض ہے جو ہر قیمت پر اور ہر حال میں ہمیں ادا کرنا ہے......"

(اقتباس "چراغ راہ" مئی ۱۹۵۳ء' مولانا امین احسن اصلاحی)

قیمت : ۲ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث امروز

جنرل (ر) محمد حسین انصاری

فنون لطیفہ

لاہور میں نصرت فتح علی خاں مرحوم کی یاد میں منعقدہ سیمینار میں ایک جانے پہچانے دانشور نے مرحوم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ "ان کی موسیقی روحوں میں سرایت کر جاتی تھی"۔ ایک اور معروف دانشور نے اس موقع پر اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا کہ "نصرت کی آواز فرش سے عرش تک جاتی تھی' ہمیں فنون لطیف کی بہت ضرورت ہے"۔ مرحوم کے اکثر مداحین ان کی بین الاقوامی شہرت کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مغرب میں قوالی کو مقبول کرایا۔ کہا جاتا ہے کہ جاپانی ننگے پاؤں مرحوم کا کلام سننے آتے تھے' اور لندن میں الفاظ کی سمجھ نہ آنے کے باوجود غیر مسلم مرحوم کی موسیقی سنتے ہوئے مستی کے عالم میں سرہلاتے ہوئے دیکھے جاتے۔ ان مشاہدات کی حقانیت پر کوئی کلام نہیں۔ ایسا یقیناً دیکھا گیا ہو گا مگر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے' جاپانیوں اور انگریزوں کی بیان کردہ کیفیت مرحوم کے کلام کی نہیں بلکہ ان کی مخصوص موسیقی کے سحر کی مرہون منت تھی۔ موسیقی شے ہی ایسی ہے کہ اپنے معیار کے مطابق ہر جاندار میں جذباتی تلاطم پیدا کرتے ہوئے مستی کا عالم برپا کر دیتی ہے یہاں تک کہ سننے والا اپنے آپ سے غافل ہو جاتا ہے۔ آزما لیجئے۔ خارپشت (لمبے لمبے کانٹوں والا جنگلی چوہا جسے پنجابی میں چاہ چوہا کہتے ہیں) کے سامنے پیتل کی بنی تھالی تال سے بجایئے تو وہ اچھلنے لگے گا کہ جیسے ناچ رہا ہو۔ جس زمانے میں ٹیلی ویژن اور ریڈیو دور کی باتیں تھیں بچے ایسے ہی ہتھکنڈوں سے تفریح کیا کرتے تھے' یہ ہماری ذاتی شمولیت کا مشاہدہ ہے۔ موسیقی کے جادو سے آج کل بھی جانوروں کا استحصال کیا جاتا ہے۔ آپ نے سنا ہو گا کہ بڑے بڑے ڈیری فارموں میں دودھ دوہتے وقت موسیقی کی مخصوص دھنیں بجائی جاتی ہیں کہ گائیں دودھ زیادہ دیں۔ سانپ کون سے الحمرا آرٹس کالج کا پڑھا ہوا ہوتا ہے کہ بین کی سر پر جھومنے لگتا ہے۔ اسی لئے تو اسلام موسیقی سے دور رہنے کی ہدایت کرتا ہے حتیٰ کہ ترنم سے قرآن پڑھنا بھی قطعی طور پر ناجائز ہے بلکہ ایسا کرنے والوں کے لئے سخت وعید سنائی گئی ہے۔ قوالی اگر بذات خود کوئی سبق آموز عمل ہوتا تو جاپانیوں اور انگریزوں میں روحانیت اجاگر کرنے سے پہلے برصغیر میں شائقین کی عملی زندگی کو نکھار دیا ہوتا۔ قوالی سننے والے تو بالواسطہ محظوظ ہوتے ہیں' خود قوالی سنانے والوں کے کردار کا کیا کہئے۔ ان میں اکثر بے نماز ہوتے ہیں اور اسلامی طرز حیات سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران مغرب نے جاپانی قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی تدبیر کی مگر اسی قوم نے دوبارہ زندہ ہو کر کرۂ ارض کے چودھریوں کو اقتصادی نکیل ڈال رکھی ہے۔ انگریز نے ہم پر طویل عرصہ حکومت کی۔ جہاں وہ کچھ لے گیا وہاں بہت کچھ دے بھی گیا۔ ہماری زندگیوں کی ہر سہولت بلاامتیاز انگریز کی ایجاد کی ممنون ہے۔ ہم آج بھی مغرب کے دست نگر ہیں۔ قوالی کی دھن پر تالیاں پیٹنے کی بجائے ہم بھی کوئی قابل ذکر اچھا عمل کر دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے۔ ان نوازشات کا صحیح استعمال کرنے کی عادت اپنائی جائے۔ تخیلاتی محل تعمیر کرتے رہنے کی بجائے عملی میدان میں جدوجہد کریں اور مسلمان ہونے کی لاج رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داری نبھائیں۔ ہمیں فنون لطیفہ کی اتنی ضرورت نہیں جتنا فنون حقہ اختیار کرنے اور فنون خبیثہ ترک کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ فن جہاں ہنر' کاریگری' ڈھنگ' مکر' فریب یا حیلے کا نام ہے وہاں طور اور طرز بھی فن کی تشریح میں مسلمہ ہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں معروف فنون لطیفہ پر توجہ دینے سے پہلے اس طور طریق کو اور اس طرز حیات کو عملی طور پر اپنانے کی دیانتدارانہ' بھرپور اور سرتوڑ کوشش کرنی چاہئے جس کے بارے میں قرآن و حدیث میں واضح رہنمائی اور احکامات موجود ہیں۔ ہمیں من حیث الامت ایسے ہی طرز عمل کی تبلیغ پر مامور کیا گیا ہے' نہ کہ ویسی تبلیغ جو مرحوم نصرت فتح علی بھارت یا مغرب میں کر رہے تھے جس کی تعریف میں ایک اسلام بیزار دانشور نے مذکورہ سیمینار میں یوں کہا کہ "علماء موسیقی کو حرام قرار دیتے ہیں' نصرت نے اس کے ذریعے اسلام کی تبلیغ کی"۔ ایسی منافقانہ سوچ نے دین اسلام کی عظمت کو غیروں کی نظر میں گہنا دیا ہے۔ یہ لوگ نئی نسل کو بے راہ کرنے کے لئے سوچے سمجھے منصوبے پر عمل کر رہے ہیں۔ ان سے نہ صرف خود بچنا اور اپنی اولاد کو بچانا ضروری ہے بلکہ ان کی سازش کو ناکام بنانے کے لئے منظم' ہوش مندانہ اور مسلسل محنت درکار ہے۔

کون مسلمان ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ نہ ہو!
لیکن آپ اور آپ کے لائے ہوئے دین سے سچی محبت کے تقاضے کیا ہیں'
ہم میں اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں!

اس موضوع پر ڈاکٹر اسرار احمد کی نہایت جامع تالیف

حبِ رسول اور اس کے تقاضے

خود بھی مطالعہ کیجئے اور دوسروں تک بھی پہنچایئے!

شائع کردہ
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

مرزا ایوب بیگ

کڑوے فیصلے یا شیریں فیصلہ

وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے کہا ہے کہ قومی مفاد میں ہمیں بعض کڑوے فیصلے کرنے پڑیں گے۔ روزنامہ "نوائے وقت" جس کے مدیر اعلیٰ کو وزیر اعظم کا انتہائی قرب حاصل ہے ان کڑوے فیصلوں کی نوعیت سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے قیاس آرائی کی ہے۔ یہ فیصلے کالا باغ ڈیم کی تعمیر، صوبہ سرحد کے نئے نام، کراچی کے دگرگوں حالات اور مسئلہ کشمیر کی موجودگی میں بھارت سے تعلقات کے حوالہ سے ہو سکتے ہیں۔ اخبار نے بڑے پرزور انداز میں انتہائی اصرار کے ساتھ وزیر اعظم سے کہا ہے کہ وہ حلیفوں سے اپنے تعلقات کو ملکی مفاد پر ترجیح نہ دیں، اصولی موقف اپنائیں چاہے حلیف حریف ہی کیوں نہ بن جائیں لیکن ان اقدامات سے آپ کو اس قدر عوامی مقبولیت حاصل ہو گی کہ کوئی آپ کو بلیک میل نہیں کر سکے گا۔ خصوصاً کالا باغ ڈیم کی تعمیر میں مزید التوا انتہائی مہلک ثابت ہو گا اور مستقبل میں قوم کو خطرناک قحط کا سامنا کرنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں مسئلہ کشمیر کی موجودگی میں بھارت سے تجارتی تعلقات قائم کرنا اپنے دشمن کو مضبوط اور مسلح کرنے کے مترادف ہے۔

محترم وزیر اعظم نے جن کڑوے فیصلوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ سیاسی اور معاشی نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کا تعلق داخلی امن و امان سے ہو گا جو اس وقت بدترین سطح پر ہے۔ بلاشبہ طویل بحث و مباحثہ کے بعد اور اکثر ماہرین کی آراء کے مطابق کالا باغ ڈیم پاکستان خصوصاً اس کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کی زرعی اور معاشی ترقی کے لئے ناگزیر ہو چکا ہے اور اس کے التوا سے ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا مزید براں یہ کہ صوبہ سرحد کے عوام کو ڈیم کی تعمیر سے پہنچنے والے نقصان کا تدارک بھی ممکن ہے۔ جہاں تک مسئلہ کشمیر کو مکمل طور پر نظر انداز کر کے بھارت سے آزاد تجارت کا تعلق ہے وہ بھی یقیناً فائدے سے خالی ہی نہیں ضرر رساں بھی ہے۔ اسی طرح ملک بھر میں امن و امان کا مسئلہ یقیناً انتہائی خطرناک صورت حال اختیار کر چکا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ان چیدہ چیدہ مسائل کے ضمن میں کئے گئے بعض کڑوے فیصلے معاشرے کی رگ رگ میں سرائت کئے ہوئے زہر کے لئے تریاق ثابت ہوں گے؟۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ تمام امراض کی بنیاد تلاش کی جائے۔ کالا باغ ڈیم متنازعہ کیوں ہوا، سندھ میں لسانی مسئلہ کیوں پیدا ہوا، امن و امان کیوں تباہ ہوا، تمام ادارے شکست و ریخت سے دوچار کیوں ہیں، کرپشن کا مرض لاعلاج کیوں ہوا۔ ہماری رائے میں اسلام جو قیام پاکستان کا جواز ہے اور جمہوریت جو پاکستان کے قیام کا ذریعہ ہے، دونوں سے عملی طور پر انحراف ہر سطح پر ہماری ناکامی کا اصل سبب ہیں اور اسی انحراف نے ان تمام امراض کو جنم دیا جو اب ملکی سلامتی کے لئے شدید خطرہ بن چکی ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جمہوریت سے مراد خالصتاً "مغربی جمہوریت" نہیں بلکہ وہ جمہوریت ہے جو اسلام کے دامن میں سما سکے، جس کے آثار ہمیں قرون اولیٰ میں ملتے ہیں۔ لہٰذا ہماری محترم وزیر اعظم سے درخواست ہے کہ بہت سے کڑوے فیصلے کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی آپ کے یہ فیصلے ملک کو درپیش خطرات کو ٹال سکتے ہیں۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ مزید پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں اور یہ قوم مسائل کی دلدل میں مزید دھنستی چلی جائے لہٰذا ایک ہی فیصلہ کیجئے صرف ایک فیصلہ وہی فیصلہ جو پچاس سال پہلے مسلمانان برصغیر نے کیا تھا یعنی پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ بلکہ اس ادھورے نعرے کو محمد رسول اللہ ﷺ کا سنہری پیوند لگا کر مکمل کیجئے۔ حصول آزادی کے لئے نعرے کا اتنا حصہ ہی کافی تھا اب محمد رسول اللہ ﷺ جو اس نعرے کا جزو لاینفک ہے، عملی نفاذ کے حوالہ سے انتہائی اہم اور ناگزیر ہے۔ لہٰذا قرآن اور سنت کو سپریم لاء قرار دینے کا فیصلہ کر دیجئے اور اس سے متصادم تمام قوانین اور آئینی دفعات کو حرف غلط کی طرح مٹا دیں۔ آپ کو بہت سے کڑوے فیصلے نہیں کرنے پڑیں گے بلکہ اس ایک صحیح فیصلے کی حلاوت اور شیرینی اس روگی معاشرے کی بالیدگی کے لئے کافی ہو گی ان شاء اللہ۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے ہمیشہ اپنے اقتدار کی کشتی کا ناخدا امریکہ کو سمجھا اور اسی کی تائید و نصرت کو اپنے اقتدار کے لئے ناگزیر جانا۔ اگر وہ تاریخ سے سبق حاصل کرتے تو ان پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا کہ امریکہ نے پاکستان کے ہر حاکم سے اپنا کام نکلوایا پھر اسے استعمال شدہ ٹشو پیپر کی طرح ردی کی ٹوکری میں یا گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ ہمارے حکمران اگر امریکہ کو راضی کرنے کی بجائے اپنے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے تو کبھی المناک انجام سے دوچار نہ ہوتے اور نہ ہی ملک تباہی اور بربادی کے کنارے پہنچتا۔ میاں صاحب آپ کا معاملہ دہرا ہے ایک تو آپ اس قوم کے فرد ہیں جس نے اجتماعی طور پر اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ اسے زمین کا ٹکڑا عطا کر دے تو وہ اس میں اللہ کے دین کو نافذ کریں گے اور دوسرا یہ کہ آپ علی الاعلان کہتے رہے ہیں کہ قوم نے اگر انہیں خدمت کا موقع دیا تو وہ خلفائے راشدین کا نظام نافذ کریں گے۔ اب بھی آپ علماء کے اجتماعات اور سیرت کانفرنسوں میں اپنے اس عہد کو دہراتے رہتے ہیں لیکن اگر یہ وعدہ آپ نے ایفا نہ کیا تو کوئی دوسرے تلخ و شیریں فیصلے آپ کے اقتدار کا تحفظ نہیں کر سکیں گے اور عین ممکن ہے اسی دہری عہد شکنی کی وجہ سے آپ کا انجام سابقہ حکمرانوں سے بھی بدتر ہو

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
دیتا ہے آدمی کو ہزار سجدوں سے نجات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث امروز

جنرل (ر) محمد حسین انصاری

فنون لطیفہ

لاہور میں نصرت فتح علی خاں مرحوم کی یاد میں منعقدہ سیمینار میں ایک جانے پہچانے دانشور نے مرحوم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ "ان کی موسیقی روحوں میں سرایت کر جاتی تھی"۔ ایک اور معروف دانشور نے اس موقع پر اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا کہ "نصرت کی آواز فرش سے عرش تک جاتی تھی' ہمیں فنون لطیف کی بہت ضرورت ہے"۔ مرحوم کے اکثر مداحین ان کی بین الاقوامی شہرت کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مغرب میں قوالی کو مقبول کرایا۔ کہا جاتا ہے کہ جاپانی ننگے پاؤں مرحوم کا کلام سننے آتے تھے' اور لندن میں الفاظ کی سمجھ نہ آنے کے باوجود غیر مسلم مرحوم کی موسیقی سنتے ہوئے مستی کے عالم میں سر ہلاتے ہوئے دیکھے جاتے۔ ان مشاہدات کی حقانیت پر کوئی کلام نہیں۔ ایسا یقیناً دیکھا گیا ہو گا مگر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے' جاپانیوں اور انگریزوں کی بیان کردہ کیفیت مرحوم کے کلام کی نہیں بلکہ ان کی مخصوص موسیقی کے سحر کی مرہون منت تھی۔ موسیقی شے ہی ایسی ہے کہ اپنے معیار کے مطابق ہر جاندار میں جذباتی تلاطم پیدا کرتے ہوئے مستی کا عالم برپا کر دیتی ہے یہاں تک کہ سننے والا اپنے آپ سے غافل ہو جاتا ہے۔ آزما لیجئے۔ خارپشت (لمبے لمبے کانٹوں والا جنگلی چوہا جسے پنجابی میں چاہ چوہا کہتے ہیں) کے سامنے پیتل کی بنی تھالی تال سے بجائیے تو وہ اچھلنے لگے گا کہ جیسے ناچ رہا ہو۔ جس زمانے میں ٹیلی ویژن اور ریڈیو دور کی باتیں تھیں بچے ایسے ہی ہتھکنڈوں سے تفریح کیا کرتے تھے' یہ ہماری ذاتی شمولیت کا مشاہدہ ہے۔ موسیقی کے جادو سے آج کل بھی جانوروں کا استحصال کیا جاتا ہے۔ آپ نے سنا ہو گا کہ بڑے بڑے ڈیری فارموں میں دودھ دوہتے وقت موسیقی کی مخصوص دھنیں بجائی جاتی ہیں کہ گائیں دودھ زیادہ دیں۔ سانپ کون سے الحمرا آرٹس کالج کا پڑھا ہوا ہوتا ہے کہ بین کی سر پر جھومنے لگتا ہے۔ اسی لئے تو اسلام موسیقی سے دور رہنے کی ہدایت کرتا ہے حتیٰ کہ ترنم سے قرآن پڑھنا بھی قطعی طور پر ناجائز ہے بلکہ ایسا کرنے والوں کے لئے سخت وعید سنائی گئی ہے۔ قوالی اگر بذات خود کوئی سبق آموز عمل ہوتا تو جاپانیوں اور انگریزوں میں روحانیت اجاگر کرنے سے پہلے برصغیر میں شائقین کی عملی زندگی کو نکھار دیا ہوتا۔ قوالی سننے والے تو بالواسطہ محظوظ ہوتے ہیں' خود قوالی سنانے والوں کے کردار کا کیا کہئے۔ ان میں اکثر بے نماز ہوتے ہیں اور اسلامی طرز حیات سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران مغرب نے جاپانی قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی تدبیر کی مگر اسی قوم نے دوبارہ زندہ ہو کر کرۂ ارض کے چودھریوں کو اقتصادی نکیل ڈال رکھی ہے۔ انگریز نے ہم پر طویل عرصہ حکومت کی۔ جہاں وہ کچھ لے گیا وہاں بہت کچھ دے بھی گیا۔ ہماری زندگیوں کی ہر سہولت بلا امتیاز انگریز کی ایجاد کی ممنون ہے۔ ہم آج بھی مغرب کے دست نگر ہیں۔ قوالی کی دھن پر تالیاں پیٹنے کی بجائے ہم بھی کوئی قابل ذکر اچھا عمل کر دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے۔ ان نوازشات کا صحیح استعمال کرنے کی عادت اپنائی جائے۔ خیالاتی محل تعمیر کرتے رہنے کی بجائے عملی میدان میں جدوجہد کریں اور مسلمان ہونے کی لاج رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داری نبھائیں۔ ہمیں فنون لطیفہ کی اتنی ضرورت نہیں جتنا فنون حقہ اختیار کرنے اور فنون خبیثہ ترک کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ فن جہاں ہنر' کاریگری' ڈھنگ' مکر' فریب یا حیلے کا نام ہے وہاں طور اور طرز بھی فن کی تشریح میں مسلمہ ہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں معروف فنون لطیفہ پر توجہ دینے سے پہلے اس طور طریق کو اور اس طرز حیات کو عملی طور پر اپنانے کی دیانتدارانہ ' بھرپور اور سر توڑ کوشش کرنی چاہئے جس کے بارے میں قرآن و حدیث میں واضح رہنمائی اور احکامات موجود ہیں۔ ہمیں من حیث الامت ایسے ہی طرز عمل کی تبلیغ پر مامور کیا گیا ہے' نہ کہ ویسی تبلیغ جو مرحوم نصرت فتح علی بھارت یا مغرب میں کر رہے تھے جس کی تعریف میں ایک اسلام بیزار دانشور نے مذکورہ سیمینار میں یوں کہا کہ "علماء موسیقی کو حرام قرار دیتے ہیں' نصرت نے اس کے ذریعے اسلام کی تبلیغ کی"۔ ایسی منافقانہ سوچ نے دین اسلام کی عظمت کو غیروں کی نظر میں گہنا دیا ہے۔ یہ لوگ نئی نسل کو بے راہ کرنے کے لئے سوچے سمجھے منصوبے پر عمل کر رہے ہیں۔ ان سے نہ صرف خود بچنا اور اپنی اولاد کو بچانا ضروری ہے بلکہ ان کی سازش کو ناکام بنانے کے لئے منظم' ہوش مندانہ اور مسلسل محنت درکار ہے۔

کون مسلمان ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ نہ ہو!
لیکن آپ اور آپ کے لائے ہوئے دین سے سچی محبت کے تقاضے کیا ہیں'
ہم میں اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں!
اس موضوع پر ڈاکٹر اسرار احمد کی نہایت جامع تالیف
حبِ رسولؐ اور اُس کے تقاضے
خود بھی مطالعہ کیجئے اور دوسروں تک بھی پہنچائیے!
شائع کردہ
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، ۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

کڑوے فیصلے یا شیریں فیصلہ

وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے کہا ہے کہ قومی مفاد میں ہمیں بعض کڑوے فیصلے کرنے پڑیں گے۔ روزنامہ "نوائے وقت" جس کے مدیر اعلیٰ کو وزیر اعظم کا انتہائی قرب حاصل ہے ان کڑوے فیصلوں کی نوعیت سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے قیاس آرائی کی ہے۔ یہ فیصلے کالا باغ ڈیم کی تعمیر، صوبہ سرحد کے نئے نام، کراچی کے دگرگوں حالات اور مسئلہ کشمیر کی موجودگی میں بھارت سے تعلقات کے حوالہ سے ہو سکتے ہیں۔ اخبار نے بڑے پرزور انداز میں انتہائی اصرار کے ساتھ وزیر اعظم سے کہا ہے کہ وہ حلیفوں سے اپنے تعلقات کو ملکی مفاد پر ترجیح نہ دیں، اصولی موقف اپنائیں چاہے حلیف حریف ہی کیوں نہ بن جائیں لیکن ان اقدامات سے آپ کو اس قدر عوامی مقبولیت حاصل ہو گی کہ کوئی آپ کو بلیک میل نہیں کر سکے گا۔ خصوصاً کالا باغ ڈیم کی تعمیر میں مزید التوا انتہائی مہلک ثابت ہو گا اور مستقبل میں قوم کو خطرناک قحط کا سامنا کرنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں مسئلہ کشمیر کی موجودگی میں بھارت سے تجارتی تعلقات قائم کرنا اپنے دشمن کو مضبوط اور مسلح کرنے کے مترادف ہے۔

محترم وزیر اعظم نے جن کڑوے فیصلوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ سیاسی اور معاشی نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کا تعلق داخلی امن وامان سے ہو گا جو اس وقت بدترین سطح پر ہے۔ بلاشبہ طویل بحث ومباحثہ کے بعد اور اکثر ماہرین کی آراء کے مطابق کالا باغ ڈیم پاکستان خصوصاً اس کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کی زرعی اور معاشی ترقی کے لئے ناگزیر ہو چکا ہے اور اس کے التوا سے ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا مزید براں یہ کہ صوبہ سرحد کے عوام کو ڈیم کی تعمیر سے پہنچنے والے نقصان کا تدارک بھی ممکن ہے۔ جہاں تک مسئلہ کشمیر کو مکمل طور پر نظرانداز کر کے بھارت سے آزاد تجارت کا تعلق ہے وہ بھی یقیناً فائدے سے خالی ہی نہیں ضرر رساں بھی ہے۔ اسی طرح ملک بھر میں امن وامان کا مسئلہ یقیناً انتہائی خطرناک صورت حال اختیار کر چکا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ان چیدہ چیدہ مسائل کے ضمن میں کئے گئے بعض کڑوے فیصلے معاشرے کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے زہر کے لئے تریاق ثابت ہوں گے؟۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ تمام امراض کی بنیاد تلاش کی جائے۔ کالا باغ ڈیم متنازعہ کیوں ہوا، سندھ میں لسانی مسئلہ کیوں پیدا ہوا، امن وامان کیوں تباہ ہوا، تمام ادارے شکست وریخت سے دوچار کیوں ہیں، کرپشن کا مرض لاعلاج کیوں ہوا۔ ہماری رائے میں اسلام جو قیام پاکستان کا جواز ہے اور جمہوریت جو پاکستان کے قیام کا ذریعہ ہے، دونوں سے عملی طور پر انحراف ہر سطح پر ہماری ناکامی کا اصل سبب ہیں اور اسی انحراف نے ان تمام امراض کو جنم دیا جو اب ملکی سلامتی کے لئے شدید خطرہ بن چکی ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جمہوریت سے مراد خالصتاً "مغربی جمہوریت" نہیں بلکہ وہ جمہوریت ہے جو اسلام کے دامن میں سما سکے، جس کے آثار ہمیں قرون اولیٰ میں ملتے ہیں۔ لہٰذا ہماری محترم وزیر اعظم سے درخواست ہے کہ بہت سے کڑوے فیصلے کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی آپ کے یہ فیصلے ملک کو درپیش خطرات کو ٹال سکتے ہیں۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ مزید پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں اور یہ قوم مسائل کی دلدل میں مزید دھنستی چلی جائے لہٰذا ایک ہی فیصلہ کیجئے صرف ایک فیصلہ وہی فیصلہ جو پچاس سال پہلے مسلمانان برصغیر نے کیا تھا یعنی پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ بلکہ اس ادھورے نعرے کو محمد رسول اللہ ﷺ کا سنہری پیوند لگا کر مکمل کیجئے۔ حصول آزادی کے لئے نعرے کا اتنا حصہ ہی کافی تھا اب محمد رسول اللہ ﷺ جو اس نعرے کا جزو لاینفک ہے، عملی نفاذ کے حوالہ سے انتہائی اہم اور ناگزیر ہے۔ لہٰذا قرآن اور سنت کو سپریم لاء قرار دینے کا فیصلہ کر دیجئے اور اس سے متصادم تمام قوانین اور آئینی دفعات کو حرف غلط کی طرح مٹا دیں۔ آپ کو بہت سے کڑوے فیصلے نہیں کرنے پڑیں گے بلکہ اس ایک صحیح فیصلے کی حلاوت اور شیرینی اس روگی معاشرے کی بالیدگی کے لئے کافی ہو گی ان شاء اللہ۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے ہمیشہ اپنے اقتدار کی کشتی کا ناخدا امریکہ کو سمجھا اور اسی کی تائید ونصرت کو اپنے اقتدار کے لئے ناگزیر جانا۔ اگر وہ تاریخ سے سبق حاصل کرتے تو ان پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا کہ امریکہ نے پاکستان کے ہر حاکم سے اپنا کام نکلوایا پھر اسے استعمال شدہ ٹشو پیپر کی طرح ردی کی ٹوکری میں یا گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ ہمارے حکمران اگر امریکہ کو راضی کرنے کی بجائے اپنے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے تو کبھی المناک انجام سے دوچار نہ ہوتے اور نہ ہی ملک تباہی اور بربادی کے کنارے پہنچتا۔ میاں صاحب آپ کا معاملہ دہرا ہے ایک تو آپ اس قوم کے فرد ہیں جس نے اجتماعی طور پر اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ اسے زمین کا ٹکڑا عطا کر دے تو وہ اس میں اللہ کے دین کو نافذ کریں گے اور دوسرا یہ کہ آپ علی الاعلان کہتے رہے ہیں کہ قوم نے اگر انہیں خدمت کا موقع دیا تو وہ خلفائے راشدین کا نظام نافذ کریں گے۔ اب بھی آپ علماء کے اجتماعات اور سیرت کانفرنسوں میں اپنے اس عہد کو دہراتے رہتے ہیں لیکن اگر یہ وعدہ آپ نے ایفا نہ کیا تو کوئی دوسرے تلخ وشیریں فیصلے آپ کے اقتدار کا تحفظ نہیں کر سکیں گے اور عین ممکن ہے اسی دہری عہد شکنی کی وجہ سے آپ کا انجام سابقہ حکمرانوں سے بھی بدتر ہو ۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
دیتا ہے آدمی کو ہزار سجدوں سے نجات

اسلام جو ایک متحرک دین ہے' اہل مدرسہ نے اسے جامد مذہب بنا ڈالا

دہشت گردی جس ماہرانہ انداز سے ہو رہی ہے وہ مدرسے میں پڑھنے والے اناڑی ہاتھوں سے ممکن ہی نہیں

سوویت یونین کی گرتی ہوئی دیوار کو آخری اور پرزور دھکا مجاہدین افغانستان نے لگایا

مرزا ایوب بیگ' لاہور

دہشت گردی کے ڈانڈے اب دینی مدارس تک پہنچنے شروع ہو گئے ہیں اور اب وزیراعظم میاں محمد نواز شریف اور ان کے چھوٹے بھائی میاں شہباز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب دونوں ہی اپنی دینی وابستگیوں کے باوجود اس امر پر متفق ہو گئے ہیں کہ دہشت گردی کے بیج ان دینی مدارس میں تعلیم پانے والے ننھے بچوں کے اذہان میں بوئے جا رہے ہیں لیکن ان اذہان کو اس دہشت گردی کی مسموم فضا سے ملوث کرنے والے ہاتھ ان مولویوں کے ہی ہیں جو ان کو تعلیم دیتے ہیں' جو ان کو جنت کے سہانے خواب دکھا کر دہشت گردی اور خود غرضی کے "جہاد" کے لئے اکساتے ہیں۔ کراچی کے ایک دینی مدرسے کے ایک تیرہ سالہ طالب علم کا معاملہ تو اب سندھ ہائی کورٹ تک پہنچ گیا ہے' جس میں والدین نے اس دینی مدرسہ کے مہتمم پر الزام لگایا ہے کہ ان کے تیرہ سالہ بیٹے کو مہتمم مدرسہ نے "جہاد" میں شرکت کی غرض کے لئے افغانستان بھیج دیا ہے۔ بات دراصل دینی مدارس کے اساتذہ مولویوں پر ہی جا کر نہیں رکتی بلکہ اس پوری دہشت گردی کے ڈانڈے ان مدرسوں کے مولویوں سے شروع ہو کر ان دینی مدارس کے مالکان آئمہ کرام تک پہنچتے ہیں اور پھر ان کے رشتے اور تعلق کا سلسلہ نام نہاد "اسلامی" مملکتوں کے پیٹرو ڈالر کی کمائی تک جا پہنچتا ہے۔ ایک اخباری خبر میں کہا گیا ہے کہ دہشت گردی میں ملوث مذہبی جماعتوں اور ان کی سرپرستی میں چلنے والے دینی مدرسوں پر پابندی لگانے سے پہلے وفاقی حکومت بعض اسلامی ممالک سے رابطہ کر کے ان کی امداد بند کرائے گی۔ اس سلسلہ میں وزارت داخلہ اور خارجہ نے ایک کیس تیار کیا ہے' جو ملک بھر میں دہشت گردی کے واقعات اور پس منظر پر خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹوں کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے۔ ان میں بعض مذہبی جماعتوں کو ملنے والی بیرونی امداد کے اعداد و شمار بھی شامل ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق مختلف دینی جماعتوں کی سرپرستی میں تقریباً سات سو دس مدرسے بیرونی امداد سے چل رہے ہیں۔ اس وقت ملک بھر میں ڈھائی ہزار رجسٹرڈ دینی مدارس ہیں' جن میں سوا دو لاکھ طالب علم زیر تعلیم ہیں۔ بعض پڑوسی اسلامی ممالک کے علاوہ بھارت کی خفیہ ایجنسی "را" بھی پاکستان میں کئی فرقہ وارانہ جماعتوں' مذہبی رہنماؤں کارکنوں اور بعض دانشوروں کی سرپرستی کر رہی ہے۔

یہ اقتباس حدیث دل کے عنوان سے عبداللہ ملک کے ایک مضمون جو روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوا ہے سے لیا گیا ہے۔ اس میں عبداللہ ملک صاحب نے ملک میں ہونے والی دہشت گردی کا تمام تر الزام دینی مدرسوں کے سر تھوپ دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "اس دہشت گردی کے ڈانڈے ان مدرسوں کے مولویوں سے شروع ہو کر ان دینی مدارس کے مالکان آئمہ کرام تک پہنچتے ہیں"۔ بالالفاظ دیگر اس وقت جو دہشت گردی ملک میں روا ہے اس میں صرف مدرسوں میں پڑھانے والے مولوی اور ان کے سرپرست جو خود بڑے مولوی ہیں ملوث ہیں اور بھارت کی خفیہ ایجنسی را بھی اگر کسی سطح پر ملوث ہے تو وہ صرف اس حد تک ہے کہ وہ ان مولویوں اور ان کے کارندوں کی سرپرستی کر رہی ہے۔ صرف دو روز قبل عبداللہ ملک صاحب نے ایک کتاب کی رونمائی کی تقریب میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تحریک پاکستان کی بنیاد ہی تشدد پر رکھی گئی تھی۔ لاہور میں مسلمانوں نے ہندوؤں اور سکھوں کو قتل کیا اور ان کا مال اور جائیدادیں لوٹ لیں۔ ساتھ ہی ایک فقرہ معترضہ ارشاد فرمایا کہ ڈاکٹر اسرار احمد جیسے لوگ امریکہ کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔

درحقیقت ہمارے ہاں کے کمیونسٹوں نے ماسکو کے ایما پر تحریک پاکستان کی دبی دبی حمایت ضرور کی تھی لیکن قیام پاکستان کے بعد کچھ ہماری حکومتوں کی مغرب نواز پالیسی اور اصلاً ماسکو کے مرکز سے ڈوری ہلنے کی بنا پر ان حضرات نے اظہار بیزاری بلکہ سازشوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لہٰذا افواج پاکستان میں جو پہلا "کو" (Coup) کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی اسے کمیونسٹ حضرات کی زبردست حمایت حاصل تھی۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ فوجی بغاوت کے ذریعے پاکستان میں کیمونزم مسلط کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی' جس سے ہماری حکومتوں کی غیر متوازن خارجہ پالیسی کا مغربی یورپ اور امریکہ کی طرف مزید جھکاؤ ہو گیا اور ماسکو سے ہمارے بعد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ پاکستان کے کامریڈ سوویت یونین کی بڑھتی ہوئی قوت پر بہت نازاں تھے اور روس کے بارے میں تمام تاثر یہ پھیلایا گیا تھا کہ وہ جب چاہے پنجاب کو اپنے بھاری بوٹوں تلے روند سکتا ہے۔ "روس پنجاب آوے گا" کے نعرے کو بزرگوں کا قول قرار دے کر اس کا بڑا چرچا کیا گیا۔ کامریڈ شیر محمد جنہیں عرف عام میں جنرل شیروف کہا جاتا تھا' فرمایا کرتے تھے کہ نوجوان اگر داس کیپٹا (Das Capita) کی روزانہ ایک گھنٹہ تلاوت کر لیا کریں تو ان کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ کیمونزم کی بنیاد کیونکہ خالصتاً الحاد پر تھی اور پاکستان کا وجود ہی اسلامی نظریہ کا محتاج تھا لہٰذا الحادی قوتیں عوامی سطح پر بالکل ناکام رہیں اور کیمونزم دانشوروں' صحافیوں اور لیبر لیڈروں تک محدود رہا اور مذہبی جماعتوں نے بڑی کامیابی سے ان کا راستہ روکے رکھا۔ برصغیر کے مسلمان کا یہ خاصا تھا اور ہے کہ عملی طور پر دین سے دوری کے باوجود ان کا مذہب سے جذباتی لگاؤ کبھی کم نہ ہوا۔ پاکستان کے کیمونسٹ حضرات اس ساری صورت حال پر پیچ و خم کھا رہے تھے کہ سوویت یونین افغانستان پر حملہ کرنے کی ہمالیہ سے بڑی غلطی کا ارتکاب کر بیٹھا۔ آغاز میں پاکستان کے کامریڈز نے خوب بغلیں بجائیں کہ اب بقول ان کے اسلام کے ٹھیکیدار مولویوں سے وہ خوب نمٹیں گے۔ افغانستان میں اسلام کے نام پر کیمونسٹ یلغار کے خلاف جدوجہد کی گئی۔ یقیناً مولویوں اور اہل مدرسہ نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سوویت یونین آف سوشلسٹ ریپبلک کی افواج کو واپس اس کی سرحدوں میں دھکیل کر دم لیا۔ گو یہ کہنا تو درست معلوم نہیں ہوتا کہ صرف افغانستان میں شکست

کے باعث سوویت یونین ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا لیکن یہ بات یقین سے کہی جاسکتی کہ اس گرتی ہوئی دیوار کو آخری اور پر زور دھکا مجاہدین افغانستان نے ہی لگایا۔ دنیا بھر میں کمیونزم کی جو عمارت دھڑام کر کے زمین بوس ہوئی اس میں مجاہدین (جن کی بہت بڑی تعداد اہل مدرسہ پر مشتمل تھی) کا حصہ بڑا اہم اور فیصلہ کن تھا۔ اس پس منظر میں پاکستانی کمیونسٹ اگر دل کے پھپھولے پھولتے ہیں تو ان سے ہمدردی تو کی جاسکتی ہے حقائق کو جھٹلانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس سے پہلے کہ دہشت گردی کی جو تمام تر ذمہ داری انہوں نے اہل مدرسہ اور مذہبی جماعتوں پر ڈالی ہے' اس کے بارے میں کچھ کہا جائے تحریک پاکستان کے حوالہ سے ان کے فرمودات کا ابطال از حد ضروری ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انگریز نے ہندوستان کی حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی لہٰذا یہ دونوں ایک دوسرے کے ہمیشہ دشمن رہے اور کبھی ان میں بن نہ آئی۔ ہندو اس دشمنی سے بھرپور فائدہ اٹھاتا رہا تقسیم ہند کے وقت بھی دونوں نے باہمی سازش سے مسلمان فوجیوں کو تمام ہندوستان میں بکھیر دیا۔ مکار ہندو نے مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھانے کے لئے خصوصاً پنجاب میں سکھوں کو آگے بڑھایا اور خود ان کی پشت پر رہے اور پھر ہندوستان کے طول و عرض میں نگاہ فلک نے بہیمیت اور بربریت کے ایسے ایسے مناظر دیکھے جن کو نہ زبان بیان کر سکتی ہے اور نہ نوک قلم پر لایا جاسکتا ہے۔ قافلوں کے قافلے تہ تیغ کر دیئے گئے ان کے مال لوٹ کر خواتین کی بے حرمتی کی گئی۔ ایسی ٹرین بھی لاہور ریلوے سٹیشن پر آکر رکی جس میں کوئی زندہ مسافر نہیں تھا۔ ان ناقابل بیان مظالم کے رد عمل کے طور پر اگر لاہور میں چند واقعات ایسے ہوئے جن میں ہندوؤں اور سکھوں کو جانی و مالی نقصان پہنچا جو یقیناً قابل مذمت ہیں تو انہیں بنیاد بنا کر یہ کہنا کہ تحریک پاکستان کی بنیاد ہی تشدد پر رکھی گئی تھی' کذب بیانی اور دروغ گوئی کی انتہا ہے۔

اسلام جہاں اختلاف رائے کو نعمت قرار دیتا ہے وہاں تفرقے اور گروہوں میں بٹ جانے کی شدید مذمت کرتا ہے۔ شیعہ سنی اختلافات صدیوں پرانے اختلافات ہیں۔ اکا دکا واقعات کو چھوڑ کر دونوں گروہ اکثر مسلمان ممالک میں شیر و شکر ہو کر معمولات زندگی میں مصروف رہتے ہیں۔ بلاشبہ ماضی قریب میں پاکستان میں دونوں اطراف کے رہنماؤں کی تقریروں اور تحریروں میں نامناسب شدت آگئی' جس سے اشتعال پیدا ہوا اور بات زبان اور قلم کی حدود سے تجاوز کر کے اسلحہ کے استعمال تک جا پہنچی۔ بعض مذہبی رہنما یقیناً قصوروار ہیں کہ انہوں نے اشتعال انگیز تقریریں کیں جس سے تشدد کی چند وارداتیں ہوئیں۔ پاکستان کے ازلی دشمنوں نے ان واقعات کو آڑ بنایا اور ملک میں وسیع پیمانے پر دہشت گردی کا آغاز کر دیا۔ لہٰذا باری باری دونوں گروہوں کے لوگوں کو ان دشمن قوتوں نے دہشت گردی کا نشانہ بنایا تاکہ ملک میں عوام کی سطح پر دونوں فرقے گتھم گتھا ہو جائیں اور ملک میں وسیع سطح پر فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو جائیں۔ الحمدللہ عوامی سطح پر انہیں بری طرح ناکامی ہوئی ہے اور اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ چند ایک انگلیوں پر شمار کئے جانے والے مذہبی رہنما آغاز میں اشتعال انگیز تقاریر کرنے کے مرتکب ہوئے تھے لیکن اصل صورت حال سامنے آنے پر جلد انہوں نے کسی قدر اصلاح کر لی۔ دہشت گردی جس ماہرانہ انداز سے ہو رہی ہے وہ مدرسے میں پڑھنے والے اناڑی ہاتھوں سے ممکن ہی نہیں ہے۔ کسی مسجد کے نمازیوں یا کسی نامور شخصیت پر باقاعدہ کمانڈو ایکشن ہوتا ہے اور دہشت گرد کارروائی کر کے آناً فاناً غائب ہو جاتے ہیں۔ بہرحال عبداللہ ملک صاحب سے صرف اس حد تک اتفاق کیا جاسکتا ہے کہ اپنوں کی ناسمجھی اور حماقت نے دشمن کو موقع مہیا کر دیا۔ اپنی یکجہتی اور اتحاد میں جو چھوٹا سا سوراخ خود ان مذہبی رہنماؤں نے کیا تھا عین اسی جگہ دشمن پوری قوت سے حملہ آور ہوا ہے۔ قلعہ کی دیوار پر اگر کوئی دراڑ موجود ہو تو ظاہر ہے دشمن وہیں پورا شگاف ڈال کر قلعہ کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔ اب اس دہشت گردی کے نہ رکنے کی دوسری بہت سی وجوہات ہیں جن میں ہماری خفیہ ایجنسیوں اور انتظامیہ کی نااہلی اور اداروں کا ایک دوسرے کے ساتھ عدم تعاون خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جہاں تک "شریف" خاندان کا مدرسوں پر الزام لگانے کا تعلق ہے تو عبداللہ ملک صاحب کا کیا خیال ہے کہ وہ اعتراف کر لیں کہ ہم نااہل اور نالائق ہیں۔ ظاہر ہے کسی نہ کسی پر بوجھ ڈالنا ان کی مجبوری ہے وگرنہ بے نظیر کے دور میں جب کبھی کبھار دہشت گردی کا کوئی واقعہ ہو جاتا تھا تو نواز شریف خالصتاً اسے حکومت کی نااہلی قرار دیتے تھے اور حکومت سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کرتے تھے۔

ملک صاحب مولویوں اور اہل مدرسہ کا جرم یہ نہیں ہے کہ وہ دہشت گردی میں ملوث ہیں دہشت گردی کے لئے تو ان کے صرف کاندھے استعمال ہو رہے ہیں۔ ان کا اصل جرم یہ ہے کہ اسلام جو ایک دین تھا اور متحرک دین تھا اس کو جامد مذہب بنا ڈالا اور محض مراسم عبودیت کو اسلام جان لیا۔ ملک صاحب ڈریں اس وقت سے کہ اہل مدرسہ کے سر میں یہ بات سما جائے کہ اسلام مذہب نہیں دین ہے اور دین مغلوب رہ ہی نہیں سکتا وہ اپنا غلبہ چاہتا ہے اور اسے تمام ادیان پر غالب کر دینے کی جدوجہد مسلمانوں کا فرض عین ہے بالکل اس طرح جس طرح نماز پڑھنا اور رمضان کے روزے رکھنا فرض عین ہے ~

مست رکھو ذکر و فکر صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

دعائے صحت کی التجا

نقیب اسرہ آب پارہ اسلام آباد' محترم عبدالغفور کے صاحبزادے کی ایک حادثے میں تین انگلیاں کٹ گئی ہیں' اسی طرح نائب ناظم حلقہ پنجاب شمالی کے دو بیٹوں کا گزشتہ دنوں ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا جس میں ان کے ایک بیٹے کی ٹانگ فریکچر ہو گئی ہے۔ رفقاء و احباب سے مذکورہ احباب کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔ اللھم اشفھم وارحمھم

بقیہ : بحث و نظر

قانون سے دغا کرنا ہنر اور رنچہ دینا فن ہو وہ پاکستان کم از کم

غرض یہ کہ پاکستان کا بانی وہ شخص تھا جس نے خوشحالی کا خواب دیکھا' قانون کی پابندی اور احترام کا نمونہ پیش کیا۔ تعلیم کو نصاب زندگی میں اونچا درجہ دیا' تشدد سے گریز کیا۔ نظم و ضبط کو اپنایا اور دین و ملت کو اپنی سیاست کی بنیاد قرار دیا اور آج کا پاکستان اس رنگ سے محروم ہے جس کا خاکہ مل جل کر اقبالؒ اور قائدؒ نے تیار کیا تھا۔

قائداعظمؒ سیدھے قد کے آدمی تھے' پاکستانی قوم پر لازم ہے کہ وہ اپنا قبلہ سیدھا رکھے۔ ان کے لباس پر کوئی شکن نہیں ہوتی تھی' ضروری ہے کہ قوم بھی اپنے دل کی گرہیں کھول دے۔ ان کی ہر بات صاف ہوتی تھی قوم کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے معاملات شفاف بنائے۔ وہ مذاکرات کے قائل تھے' ہمیں فسادات سے گریز کرنا چاہئے۔ وہ نظم و ضبط کے عادی تھے ہمیں بھی ربط باہمی کی عادت ڈالنی چاہئے۔ خواب اور تعبیر میں اگر وقت کا فاصلہ حائل ہو جائے تو یا خواب بکھر جاتا ہے یا پھر تعبیر بگڑ جاتی ہے۔

ضرورت رشتہ

نیک سیرت 26 سالہ گریجوایٹ' دوشیزہ کے لئے نیک خاندان سے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

پتہ : 1/F/27 ماڈل ٹاؤن لاہور

فون : 855929 - 854827

بحیثیت قوم ہم تعمیر پاکستان کے امتحان میں ناکامی سے دوچار ہو چکے ہیں' جنرل انصاری

جاگیردار اور سرمایہ دار طبقات کی بے رحم لوٹ مار کے باوجود ملک کا محفوظ رہ جانا معجزہ ہے' عبدالرزاق

ملک کو اسلام کا گہوارہ بنانے کیلئے نفاذ اسلام کو جماعتی منشور کے بجائے قومی مطالبہ بنا کر جدوجہد کی جائے' ڈاکٹر سرفراز نعیمی

ہم نے اپنے ملک کے مقصد وجود یعنی دو قومی نظریہ کو بھی نظرانداز کر دیا ہے ڈاکٹر عبدالخالق

خود احتسابی کے ذریعے اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لینا زندہ و بیدار اقوام کا شیوہ ہے' فیاض حکیم

قیام پاکستان کے بعد قوم بھول بھلیوں میں گم ہو کر رہ گئی ہے' مولانا خورشید احمد گنگوہی

حلقہ لاہور کے زیر اہتمام ۱۷/ اگست کو قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقدہ سیمینار کا آنکھوں دیکھا حال' رپورٹ : نعیم اختر عدنان

پاکستان کے قیام کو پچاس سال کا عرصہ پورا ہوا تو سرکاری اور غیر سرکاری ہر دو سطحوں پر ملک کی گولڈن جوبلی کی خوشی میں رنگا رنگ اور سنجیدہ غور و فکر کی حامل "بے رنگ" تقریبات منائی گئی۔ اہل وطن کی اکثریت نے روایتی انداز سے جب کہ مختلف طبقہ ہائے فکر نے ع "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" کے مصداق ملک و ملت کے استحکام و بقاء پر حاشیہ آرائی اور خامہ فرسائی کی۔ دستور بہاراں اور آئین گلستاں کے مصداق عوام بیچارے تو ہمیشہ سے باصرہ خراشی کی زحمت سے دوچار رہتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ بالادست طبقات عوام کے تمام تر جمہوری اور انسانی حقوق تسلیم کرنے کے باوجود انہیں "عوام کالانعام" سے آگے کی حیثیت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ حالانکہ جب پوری قوم زوال و اضمحلال سے دوچار ہو تو عوام کی موثر تعداد کو متحرک (Motivate) کئے بغیر قوم و ملت کی کشتی کو بھنور سے نکالنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جاتا ہے۔

دین اسلام نے فرد کو معاشرے کی بنیادی اکائی قرار دے کر اس کی، اصلاح و فساد سے معاشرے کی اصلاح و فساد کو وابستہ و پیوستہ کر دیا چنانچہ رسالت مآب ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ اعمالکم عمالکم "جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی تمہارے حاکم ہوں گے" چنانچہ فرد کے اسی کردار کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ترجمان حقیقت علامہ اقبال نے یوں آشکارہ کیا ہے ؎

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

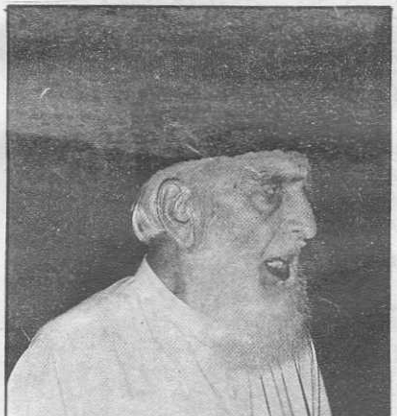

سیمینار کے صدر مجلس محترم جنرل انصاری خطاب فرماتے ہوئے

قرآن مجید میں بھی فرد کی اہمیت پر پورا اور بھرپور زور نظر آتا ہے اور انبیاء و رسل نے بھی انسان سازی پر خصوصی توجہ فرمائی ہے۔ قرآن کے صفحات پر نظر دوڑائی جائے تو دو اقوام کی سرگزشت میں ہمارے لئے درس عبرت کا کافی و شافی سامان نظر آتا ہے۔ قرآن مقدس تو بار بار اہل ایمان کو یہ صدا دے رہا ہے کہ "ھل من مدکر" ہے کوئی نصیحت و یاددہانی حاصل کرنے والا!۔ قرآن کریم میں پوری شرح و بسط کے ساتھ بنی اسرائیل کا تذکرہ موجود ہے۔ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے بحیثیت امت عظمت و بزرگی کے شرف سے بہرہ مند کیا۔ انہیں نبوت و حکومت کے تاج زریں کا حامل و وارث بنایا گیا مگر وہ جو کہتے ہیں کہ ع "جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے" کے مصداق بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کا حق ادا کرنے سے نہ صرف بحیثیت امت قاصر رہے بلکہ انہوں نے ہٹ دھرمی و بغاوت اور نافرمانی کی ایسی راہ اختیار کی کہ ان جیسی نافرمان و ناہنجار قوم کی مثال تلاش کرنا بھی کار عبث ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم بنی اسرائیل کو اجتماعی نافرمانی اور سرکشی کے جرم عظیم کی پاداش میں "غضب علی غضب" کا مستحق قرار دے کر ہمیشہ کے لئے مغضوب علیہ قرار دے دیا۔ بنی اسرائیل ماضی میں جس طرح وقتاً فوقتاً غضب الٰہی کا نشانہ بنتی رہی ہے اس سے ایک زمانہ آگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بطور خاص یہ دعا تلقین فرما رکھی ہے کہ "ہمیں ان لوگوں کی پیروی سے بچا جن پر تیرا غضب نازل ہوا" ہدی للناس کی شان کی حامل کتاب ہدایت میں ایک دوسری قوم کا ذکر خیر بھی موجود ہے۔ اس خوش بخت اور بامراد گروہ کا نام قوم یونسؑ ہے۔ سرکشی و نافرمانی کی پاداش میں قوم یونسؑ عذاب الٰہی کی مستحق قرار پا چکی تھی مگر پوری قوم نے نافرمانی کی اختیار کردہ راہ چھوڑ کر فرمان برداری کا چلن اپنانے کا عزم کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آئے ہوئے عذاب کو نہ صرف اپنی رحمت خصوصی سے ٹال دیا بلکہ انہیں دنیا میں پھلنے پھولنے کا ازسرنو موقع عطا فرما دیا۔

قرآن آڈیٹوریم میں منعقدہ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے قائم مقام امیر جناب ڈاکٹر عبدالخالق' ناظم اعلیٰ جناب عبدالرزاق' صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی' ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی اور مولانا خورشید احمد گنگوہی

تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی شخصیت دوربین نگاہ کی حامل بھی ہے اور "خود آگاہی وخدا مستی" کی کیفیات سے بھی پوری طرح لبریز و سرشار ہے۔ ڈاکٹر صاحب قوم کو برابر یہ سبق ازبر کرانے کی کوشش میں سرگرم عمل رہتے ہیں کہ پاکستان کے مسلمان بحیثیت قوم اجتماعی سطح پر قوم یونس کی طرح سچی اور پر خلوص توبہ کے ذریعے اپنے آپ کو رحمت خداوندی کا مستحق بنالیں۔ تنظیم اسلامی کے امیران دنوں امریکہ کے دعوتی و تنظیمی سفر پر ہیں' چنانچہ ان کی غیر موجودگی میں حلقہ لاہور کے زیر اہتمام استحکام پاکستان کے تقاضوں سے عہدہ براہونے کے لئے "ہم کہاں کھڑے ہیں" کے زیر عنوان ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ سیمینار کی صدارت کے فرائض تنظیم اسلامی کے مرکزی رہنما محترم جنرل (ر) محمد حسین انصاری نے ادا فرمائے۔ ناظم حلقہ جناب پروفیسر فیاض حکیم نے سٹیج سیکرٹری کا منصب سنبھالا۔ حافظ عرفان نے قرآن مجید کی آیات بینات کی تلاوت سے سیمینار کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز کیا۔ جناب فیاض حکیم صاحب نے تعارفی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہر سطح پر احتساب و محاسبہ زندہ و بیدار مغز افراد اور اقوام کا شیوہ ہوتا ہے۔ علامہ اقبال کا یہ شعر بھی اس حقیقت کو آشکارہ کرتا ہے کہ ؎

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر دم اپنے عمل کا حساب

ناظم حلقہ نے کہا کہ ایک جانب وہ طبقہ ہے جسے "ساون کے اندھوں" سے تشبیہ دی جاسکتی ہے' جنہیں ہر طرف ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے اور دوسری طرف وہ لوگ بھی ہیں جنہیں غلطیوں اور کوتاہیوں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس تناظر میں غور و فکر کرتے ہوئے جائزہ لینا ہے کہ ہم نے قیام پاکستان کے مقاصد میں کہاں تک کامیابی حاصل کی اور وہ کونسے فیصلے ہیں' جنہیں ابھی روبہ عمل لانا ہے۔

تقریب کے پہلے مقرر تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ جناب عبدالرزاق تھے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ پاکستان کے معجزانہ قیام سے مغربی دنیا لرزہ براندام ہو گئی تھی' وہ اس لئے کہ ایک ملک اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کے قیام و نفاذ کے دعوے کے ساتھ معرض وجود میں آرہا تھا۔ ناظم اعلیٰ نے کہا کہ پاکستان کے قیام کا نصب العین پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کے نعرے میں ہی پنہاں ہے۔ پاکستان کا قیام ہم پر اللہ تعالیٰ کے احسان عظیم کا مظہر ہے' جسے ہم نے اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے مسائل کی آماجگاہ بنا دیا ہے۔ پاکستان جیسا عظیم ملک انگریز کی وفادار قیادت کے تسلط کی وجہ سے اپنے قیام کے مقاصد کی جانب پیش رفت کرنے سے تاحال قاصر ہے۔ انہوں نے کہا کہ جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ کی بے دریغ اور بے رحم لوٹ مار کے باوجود ملک کا محفوظ رہ جانا ایک معجزہ ہے۔

تقریب کے دوسرے مقرر تحریک احیائے امت کے سربراہ جناب صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی تھے انہوں نے کہا کہ موجودہ پاکستان میں جو نظام رائج و نافذ ہے اس کے

ناظم حلقہ لاہور جناب فیاض حکیم سٹیج سیکرٹری کے فرائض ادا کرتے ہوئے

ہوتے ہوئے اسے اقبال وجناح کا پاکستان قرار دینا قطعی درست نہیں ہے۔ صاحبزادہ صاحب کا پیش کردہ خصوصی مقالہ اسی شمارے میں الگ سے شائع کیا جارہا ہے۔

جامعہ نعیمیہ کے مہتمم جناب ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا کہ ملک کے تمام طبقات کا کردار وہ نہیں رہا' جس کی ملک و قوم کو ضرورت تھی۔ چنانچہ اب اصلاح احوال کے لئے ہمیں ایک بھرپور قسم کے عوامی انقلاب کی ضرورت ہے' ایسا انقلاب لانے کے لئے حضورؐ کے برپا کردہ انقلاب کو ہی اپنا رہنما بنانا ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ دیرپا اور مثبت وہمہ گیر تبدیلی کا حامل واحد انقلاب' انقلاب محمدیؐ تھا' جس کا آغاز نچلی سطح سے ہوا اور پھر اوپر کی سطح تک یہ تبدیلی برپا ہوئی۔

محترم سرفراز نعیمی صاحب نے کہا کہ نصف صدی کا عرصہ گزرنے کے باوجود نفاذ اسلام کی منزل سرنہ ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے نفاذ اسلام کے مطالبے کو قومی مطالبہ بنا کر مشترکہ جدوجہد کرنے کی بجائے اسے جماعتی اور گروہی منشور بنا رکھا ہے۔ نفاذ اسلام کا عظیم تر مقصد مشترکہ جدوجہد ہی سے پایہ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کا مسلمان ہندوستان کے مسلمان سے ہر میدان میں اور ہر لحاظ سے آگے ہے۔

تقریب کے صدر اور تنظیم اسلامی کے مرکزی رہنما جنرل (ر) محمد حسین انصاری نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ پاکستان عنایت خداوندی کے عظیم مظہر کے نتیجے میں قائم ہوا مگر بحیثیت قوم ہم تعمیر پاکستان کے امتحان میں شدید ترین ناکامی سے دوچار ہو چکے ہیں۔ جنرل صاحب نے کہا کہ قوم کو بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے بعد دیانت دار اور اہل قیادت نہیں مل سکی۔ ملک کی دینی جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ نفاذ اسلام کے لئے قوم کو دیانت دار' اہل اور مشترکہ لیڈرشپ فراہم کریں۔ انہوں نے کہا کہ بددیانت اور نااہل قیادت کے ہوتے ہوئے نہ تو ملک کا

قبلہ درست ہو سکتا ہے اور نہ ہی کرپشن کا خاتمہ ممکن ہے۔ جنرل صاحب نے کہا کہ ملک کا خوشحال طبقہ بگڑ چکا ہے چنانچہ اس صورت حال میں اللہ کا عذاب آجاتا ہے۔ آج ہمارا کلچر "جو جتنا لچا وہ اتنا اچا" کی صورت اختیار کر چکا ہے' جبکہ شریف آدمی کی معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس بحث میں قطعاً نہیں پڑنا چاہئے کہ قائداعظم کا تصور پاکستان کیا تھا یا علامہ اقبال کا نظریہ کیا تھا۔ ان دو شخصیات کے احسان کا بدلہ تو انہیں اللہ تعالٰی کے ہاں مل جائے گا لیکن اس کے باوجود یہ لوگ ہمارے لئے حجت نہیں ہیں بلکہ ہمارے لئے تو حجت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اسلامی ریاست کیسے قائم فرمائی' اس کے خدوخال کیا تھے چنانچہ ہمیں سیرت نبوی ؐ کو اپنا کر لائحہ عمل بنانا ہو گا۔ قرآن و سنت کی روشنی میں ملک کے نظام کو ڈھالنا ہم سب کا دینی فرض ہے۔

تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر جناب ڈاکٹر عبد الخالق نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تھا تو یہ دنیا کا سب سے بڑا مسلم ملک تھا۔ اللہ تعالٰی نے سرزمین پاکستان کو بہترین وسائل سے مالا مال خطہ بنایا ہے مگر ہم نے بحیثیت قوم اپنی اجتماعی کوتاہیوں کے سبب دنیا کی عظیم ترین مسلم ریاست کو دولخت کر دیا اور ہمیں ہندوؤں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے کہا کہ بظاہر اہل پاکستان خطے کے کئی ممالک سے خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں مگر یہ سب کچھ مانگے تانگے اور ادھار کی ریل پیل کا شاخسانہ ہے ہماری حالت اس شعر کا مصداق ہے کہ ؎

قرض کی پیتے تھے مے اور کہتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ قومی سطح پر ہم نے اپنے مقصد وجود کو بھی نظرانداز کر دیا ہے چنانچہ بعض نام نہاد دانشور بزعم خویش قوم کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ اسلامی ریاست کا قیام قائداعظم کے پیش نظر نہیں تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ملک کی نظریاتی بنیادوں کو مضبوط بنانے کے لئے اقامت دین کے لئے بھرپور طریقے سے جدوجہد کے لئے پہلے سے بھی زیادہ تندہی اور جانفشانی سے کام کرنا ہے تاکہ اسلام کے عالمی غلبہ کی راہ ہموار کرنے والوں میں ہمارا نام بھی شامل ہو جائے۔

جناب مولانا خورشید احمد گنگوہی نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تحریک پاکستان نے برصغیر کے مسلمانوں کو جسد واحد بنا دیا تھا مگر قیام پاکستان کے بعد ایک متحدہ قوم بہت سی بھول بھلیوں میں گم ہو کر رہ گئی۔ صوبہ پرستی اور زبان کی بنیاد پر عصبیتوں نے سر اٹھا لیا۔ آج ہمیں ہر طرف سردار' وڈیرے' جاگیردار اور سرمایہ دار ہی نظر آتے ہیں یا بریلوی' دیوبندی اہل تشیع اور اہل حدیث کے گروہ موجود ہیں' مگر ایک بنیان مرصوص امت اور صرف مسلمان قوم کہیں نظر نہیں آتی۔ پاکستان کی پچاس سالہ تاریخ میں ہم نے اپنی بداعمالیوں کی بدولت ملک کا جغرافیہ تک تبدیل کر دیا۔ مولانا گنگوہی نے کہا کہ اس وقت ملک کے وسائل پر مختلف قسم کے قبضہ گروپوں کا تسلط قائم ہے' ان ہی طبقات کی وجہ سے پاکستانی ایک ناخواندہ اور مقروض قوم کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔

تاہم خوشی اور مسرت کی بات یہ ہے کہ ہمارے عظیم اور قابل فخر سائنس دانوں نے ایٹمی ٹیکنالوجی پر تمام تر پابندیوں اور مشکلات کے باوجود ملک کو ایٹمی طاقت بنانے کا قابل فخر کارنامہ سرانجام دیا ہے جس سے پاکستان ہندوستان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کرنے کے قابل ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانان پاکستان میں دین سے لگاؤ کا جذبہ آج بھی زندہ و بیدار ہے' عوام کے اس دینی جذبہ کی آبیاری کا مقدس فریضہ دینی جماعتوں اور اسلامی علوم کی درسگاہوں نے ادا کیا ہے۔ چنانچہ اب بھی ملک کی اسلامی قوتیں ہی مشترک جدوجہد کے ذریعے ملک خداداد پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنانے کا مقدس فریضہ سرانجام دے سکتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کا قیام محض ایک سیاسی تحریک کے طور پر نہیں ہوا بلکہ اسے غلبہ اسلام کی عظیم ترین تحریک کی تمہیدی کڑی کی حیثیت حاصل ہے۔ یوں یہ سنجیدہ اور بھرپور غور و فکر کا حامل سیمینار اختتام پذیر ہوا۔ OO

"اجالا ہوا چاہتا ہے"

نجیب صدیقی' کراچی

آواز حق کو ایوانوں میں گونجنے دو۔ یہ مٹھی بھر لوگ جن کی رگوں میں دین کی اقامت کا جذبہ موجزن ہے' سیلاب میں تنکے کے مانند ہیں مگر اپنے عزم جواں سے سیلاب کا رخ موڑ دینے کا عزم بالجزم رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگیوں کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے وہ اپنے رب کی خوشنودی کے لئے ہر آن گامزن ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو جہد مسلسل کی کڑی ہیں۔ ان کی نگاہ اپنے اسلاف کے کارناموں پر ہے۔ ان کا تعلق اس سنہری زنجیر سے ہے جو صحابہ کرام ؓ سے گزرتی ہوئی سید احمد شہید کا ایک تسلسل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حیات دنیوی پر حیات اخروی کو ترجیح دی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہر کٹھن وقت میں صبر کا مظاہرہ کیا ہے۔ برائی کا جواب بھلائی سے دیا ہے۔ نیکی کا پرچم اٹھائے ہوئے نوع انسانی کو محبت کا پیغام دے رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو بظاہر تھوڑے نظر آرہے ہیں مگر ان کا وجود معاشرے کے لئے خیر کا سبب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کلمہ حق کہا ہے۔ اس جرم کی پاداش میں اس معاشرے میں وہ تنہا رہ گئے ہیں مگر روشنی کے چراغ ہیں۔

آج تم دیکھتے ہو کہ ان چراغوں کی لو دھیمی ہے مگر کبھی ایک دن شعلہ جوالا بنے گی' دنیا میں ہمیشہ ایسا ہوتا رہتا ہے "دعوت" پر لبیک کہنے والے بظاہر کمزور نظر آتے ہیں مگر اندر سے وہ چٹان ہوتے ہیں انہیں کوئی نہیں ہلا سکتا۔

دعوت کی ابتداء دیکھ کر کوئی اس کے عروج کا تصور نہیں کر سکتا مگر چشم فلک نے یہ دیکھا ہے کہ مٹھی بھر لوگ دیکھتے ہی دیکھتے اس طرح غالب ہو گئے کہ ہر چہار دانگ میں دین کا ڈنکا بج گیا۔ کرۂ ارض کے بڑے حصے پر حق غالب آگیا۔

اس غلبے کی ابتداء ہو چکی ہے۔ بظاہر یہ کمزور لوگ حقیر نظر آتے ہیں مگر ان کے دلوں میں طوفان چھپے ہوئے ہیں۔ ان کا جذبہ دروں انہیں کشاں کشاں لئے پھرتا ہے۔ یہ دیوانے اپنے رب کا ترانہ پڑھتے ہوئے تاریکیوں کو پھاڑ رہے ہیں۔

اجالا ہوا چاہتا ہے اس اجالے کو اب کوئی نہیں روک سکتا۔

فرقہ پرست علماء نے قرآن کو "تبلیغ بدر" کر رکھا ہے

دین تو خیر خواہی کا نام ہے مگر ہم مسلمانوں ہی کو کافر اور گستاخ قرار دے رہے ہیں!

علماء کو فرقہ وارانہ تعصب کی موجودہ آگ کو بجھانے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا ہو گا

محمد سمیع' کراچی

آپ نے ایک جلسہ سیرت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور ﷺ کی سیرت کا ایک اہم پہلو نماز ہے' اس حوالے سے آپ نے سورۂ فاتحہ کو موضوع سخن بنایا۔ آپ نے اس سورت کی ایک ایک آیت پر گفتگو کی لیکن آپ کی گفتگو کا ہدف مسلمانوں کے ایک خاص گروہ کے عقائد کی نفی کرنا تھا' عبادت اور استعانت کے حوالے سے بھی اور انعام یافتہ گروہوں کے حوالے سے بھی۔ آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ گروہ عبادت تو اللہ تعالیٰ کی کرتا ہے لیکن استعانت اوروں سے طلب کرتا ہے اور یہ کہ انعام یافتہ گروہوں میں انبیاء علیہم السلام کا تو اپنا مقام ہے البتہ صدیقین' شہداء اور صالحین کا انطباق صحیح معنوں میں صحابہ کرامؓ پر ہوتا ہے اور یہ گروہ ان کو اپنا بھائی کہتا ہے جو صحابہؓ سے بغض رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے غضب کا شکار یہود اور گمراہ نصاریٰ ہیں' لیکن یہ گروہ انہیں کی پیروی کرتے ہوئے ہر سال جشن مناتا ہے جبکہ جشن منانا مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ سورۂ فاتحہ کی یہ تفسیر مجھے بڑی اوکھی لگی۔ مجھے یہ معلوم تو تھا کہ قرآن انسان کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے البتہ یہ پتہ نہ تھا کہ قرآن کا مصرف دوسروں کے عقائد کے رد میں بھی ہوتا ہے درآنحالیکہ دونوں گروہ مسلمانوں کے گروہ شمار ہوتے ہیں۔

میرے بزرگ! پہلی بات تو یہ ہے کہ سیرت کے جلسہ کے انعقاد کا مقصد اسوہ حسنہؐ پر گفتگو کے ذریعہ لوگوں میں جذبہ عمل پیدا کرنے کی کوشش ہونی چاہئے۔ آپ نے لوگوں کو جلسہ سیرت کے نام پر اکٹھا کیا لیکن اس کا ہدف دوسرے گروہ کے عقائد کی نفی کو بنایا۔ کیا میں نہایت ادب کے ساتھ آپ سے یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ دیانت کے کس اصول کے تحت آپ نے یہ رویہ اختیار کیا؟۔ کیا حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ سے ایسی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو بلایا تو کسی اور مقصد کے لئے ہو اور اس موقع پر مسلمانوں کے کسی گروہ کو ہدف تنقید بنایا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ کو منافقین کے نام تک بتا دیئے تھے لیکن آپؐ نے ان ناموں کو بھی مخفی رکھا حالانکہ منافقین تو اسلام کی جڑ پر تیشہ چلانے والے لوگ تھے۔ میری اس جسارت پر کہیں آپ اس مغالطہ میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ میرا تعلق تنقید بننے والے گروہ سے ہے۔ ع "میں مفسر نہ محدث نہ مجدد نہ فقیہ" کے مصداق میرا تعلق نہ اس گروہ سے ہے نہ آپ کے گروہ سے۔ میں تو اس اسلام کا ماننے والا ہوں' جس میں نہ کوئی بریلویت تھی' نہ دیوبندیت' نہ شیعیت تھی' نہ سنیت اور نہ اہلحدیثیت۔ مجھے یقین ہے کہ کل کو اسی مقام پر اس سے بڑا جلسہ ہو گا اور دوسرا گروہ آپ کے گروہ کو ہدف تنقید بنائے گا۔ قرآن وحدیث کی اپنی تاویلات کے ذریعہ آپ کے گروہ کو بد عقیدہ ثابت کرے گا اور آپ کے تمام فرمودات کی نفی کر دے گا۔

عوام کی مصیبت یہ ہے کہ اول تو ان کا قرآن سے تعلق کم ہی رہ گیا ہے اور ہے بھی تو صرف اتنا کہ نیکی کے حصول کے لئے اس کی تلاوت کر لیتے ہیں کیونکہ اسی کی آپ لوگ تبلیغ کرتے ہیں۔ آپ نے انہیں نبی اکرم ﷺ کا وہ فرمان مبارک بتایا ہی نہیں کہ "قرآن حجت ہے تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف"۔ ان میں سے کسی نے اگر اسے ترجموں سے سمجھنے کی کوشش کی تو اسے کہا جاتا ہے کہ ترجمہ کے ذریعہ قرآن کو نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور اگر کسی نے کچھ زیادہ ہی ہمت کر لی اور عربی زبان سیکھ کر قرآن کی تبلیغ شروع کر دی تو اس پر گمراہی کا فتویٰ جڑ دیا جاتا ہے' کیونکہ اس نے آپ میں سے کسی کے سامنے زانوئے ادب تہہ ہی نہیں کیا۔ شاید قرآن کو اسی لئے "تبلیغ بدر" کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ قرآن یا تو مامور من اللہ ہونے کے ناطے آغا خان سکھا سکتے ہیں یا آپ' حالانکہ آپ مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کرتے اور آپ قرآن کا جو مصرف لے رہے ہیں اس کا اظہار اس قسم کی مجالس میں ہوتا رہتا ہے جن میں سے ایک کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ کا موقف یہ ہو گا کہ ہم تو عقائد کی تصحیح کرنا چاہتے ہیں لیکن تصحیح عقائد کا یہ طریقہ کیا اسوۂ حسنہؐ کے عین مطابق ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی تو یہ ہے کہ دین تو نام ہی خیر خواہی کا ہے۔ خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ اپنے فریق مخالف کو قائل کرنے کی کوشش کریں بصورت دیگر خود قائل ہونے کے لئے تیار رہیں۔ اسے یہ احساس دلائیں کہ گویا وہ آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑا ہے اور آپ اسے کمر سے کھینچنا چاہتے ہیں تاکہ وہ دوزخ کا نوالہ بننے سے بچ جائے۔ لیکن اس قسم کی مجالس کو دیکھ کر تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ع "بیچ میں انا کا جنگل ہے' میں ادھر اور تم ادھر تنہا" اور تنہا تنہا ایک دوسرے پر گولہ باری ہو رہی ہے۔ گستاخ رسول' کافر' بدعتی' مشرک' کھٹمل اور مچھر جیسے القابات کے ذریعہ کیا خیر خواہی ممکن ہے؟۔ ہم نے آپ ہی لوگوں سے سنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں"۔ غور فرمائیں کیا آپ نے کسی نبی کو لوگوں کے تفرقے کا سبب بنتے پایا ہے؟ انبیاء علیہم السلام کی تاریخ سے آپ سے زیادہ کون واقف ہو گا۔ مزید غور فرمائیں' اغیار اسلام کو جارح مذہب قرار دے رہے ہیں اور ہم آپس میں جارحیت کے مرتکب ہو کر گویا کہ ان کے قول کی لاشعوری طور پر تصدیق کر رہے ہیں۔ ان کے دانشور کو بالکل صحیح ادراک ہے کہ اگر مغربی تہذیب کو کسی سے خطرہ ہے تو وہ اسلام سے ہے۔ اسلام کو تو وہ ختم نہیں کر سکتے البتہ ان کی کوشش ہے کہ مسلمان لسانی' علاقائی اور مذہبی تفریق میں مبتلا ہو کر اسی طرح ختم ہو جائیں جس طرح بنی اسرائیل کے گئو سالہ پرستوں کو ایک دوسرے کے قتل کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے انہیں ختم کر دیا۔ افسوس صد افسوس کہ ہم خواہی نخواہی انہیں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ شیعہ سنی اختلافات کی بنیاد پر روزانہ وطن عزیز میں لاشوں کا گرنا معمول بنا ہوا ہے۔ اس آگ کو بجھانا آپ پر فرض ہے۔ اگر آپ نے اپنا یہ فرض ادا نہ کیا تو اللہ نہ کرے کہ اس آگ کی لپیٹ کا دائرہ وسیع تر ہو جائے اور لوگ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ دنیا داروں کا شغل تو فساد فی سبیل الطاغوت ہے ہی' دین داروں نے بھی فساد فی سبیل اللہ کو اپنا شغل بنا لیا ہے۔

قبلہ درست ہو سکتا ہے اور نہ ہی کرپشن کا خاتمہ ممکن ہے۔ جنرل صاحب نے کہا کہ ملک کا خوشحال طبقہ بگڑ چکا ہے چنانچہ اس صورت حال میں اللہ کا عذاب آجاتا ہے۔ آج ہمارا کلچر "جو جتنا لٹا دہ اتنا اچھا" کی صورت اختیار کرچکا ہے' جبکہ شریف آدمی کی معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس بحث میں قطعاً نہیں پڑنا چاہئے کہ قائد اعظم کا تصور پاکستان کیا تھا یا علامہ اقبال کا نظریہ کیا تھا۔ ان دو شخصیات کے احسان کا بدلہ تو انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مل جائے گا لیکن اس کے باوجود یہ لوگ ہمارے لئے حجت نہیں ہیں بلکہ ہمارے لئے تو حجت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اسلامی ریاست کیسے قائم فرمائی' اس کے خدوخال کیا تھے چنانچہ ہمیں سیرت نبوی ؐ کو اپنا کر لائحہ عمل بنانا ہوگا۔ قرآن و سنت کی روشنی میں ملک کے نظام کو دھالنا ہم سب کا دینی فرض ہے۔

تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر جناب ڈاکٹر عبدالخالق نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تھا تو یہ دنیا کا سب سے بڑا مسلم ملک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سرزمین پاکستان کو بہترین وسائل سے مالا مال خطہ بنایا ہے مگر ہم نے بحیثیت قوم اپنی اجتماعی کوتاہیوں کے سبب دنیا کی عظیم ترین مسلم ریاست کو دولخت کردیا اور ہمیں ہندوؤں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے کہا کہ بظاہر اہل پاکستان خطے کے کئی ممالک سے خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں مگر یہ سب کچھ مانگے تانگے اور ادھار کی ریل پیل کا شاخسانہ ہے ہماری حالت اس شعر کا مصداق ہے کہ ؎

قرض کی پیتے تھے مے اور کہتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ قومی سطح پر ہم نے اپنے مقصد وجود کو بھی نظرانداز کر دیا ہے چنانچہ بعض نام نہاد دانشور بزعم خویش قوم کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ اسلامی ریاست کا قیام قائد اعظم کے پیش نظر نہیں تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ملک کی نظریاتی بنیادوں کو مضبوط بنانے کے لئے اقامت دین کے لئے بھرپور طریقے سے جدوجہد کے لئے پہلے سے بھی زیادہ تندہی اور جانفشانی سے کام کرنا ہے تاکہ اسلام کے عالمی غلبہ کی راہ ہموار کرنے والوں میں ہمارا نام بھی شامل ہو جائے۔

جناب مولانا خورشید احمد گنگوہی نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تحریک پاکستان نے برصغیر کے مسلمانوں کو جسد واحد بنا دیا تھا مگر قیام پاکستان کے بعد ایک متحدہ قوم بہت سی بھول بھلیوں میں گم ہو کر رہ گئی۔ صوبہ پرستی اور زبان کی بنیاد پر عصبیتوں نے سر اٹھالیا۔ آج ہمیں ہر طرف سردار' وڈیرے' جاگیردار اور سرمایہ دار ہی نظر آتے ہیں یا بریلوی' دیوبندی اہل تشیع اور اہل حدیث کے گروہ موجود ہیں' مگر ایک بنیان مرصوص امت اور صرف مسلمان قوم کہیں نظر نہیں آتی۔ پاکستان کی پچاس سالہ تاریخ میں ہم نے اپنی بداعمالیوں کی بدولت ملک کا جغرافیہ تک تبدیل کردیا۔ مولانا گنگوہی نے کہا کہ اس وقت ملک کے وسائل پر مختلف قسم کے قبضہ گروپوں کا تسلط قائم ہے' ان ہی طبقات کی وجہ سے پاکستانی ایک ناخواندہ اور مقروض قوم کی حیثیت اختیار کرچکے ہیں۔

تاہم خوشی اور مسرت کی بات یہ ہے کہ ہمارے عظیم اور قابل فخر سائنس دانوں نے ایٹمی ٹیکنالوجی پر تمام تر پابندیوں اور مشکلات کے باوجود ملک کو ایٹمی طاقت بنانے کا قابل فخر کارنامہ سرانجام دیا ہے جس سے پاکستان ہندوستان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کرنے کے قابل ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانان پاکستان میں دین سے لگاؤ کا جذبہ آج بھی زندہ و بیدار ہے' عوام کے اس دینی جذبہ کی آبیاری کا مقدس فریضہ دینی جماعتوں اور اسلامی علوم کی درسگاہوں نے ادا کیا ہے۔ چنانچہ اب بھی ملک کی اسلامی قوتیں ہی مشترک جدوجہد کے ذریعے ملک خداداد پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنانے کا مقدس فریضہ سرانجام دے سکتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کا قیام محض ایک سیاسی تحریک کے طور پر نہیں ہوا بلکہ اسے غلبہ اسلام کی عظیم ترین تحریک کی تمہیدی کڑی کی حیثیت حاصل ہے۔ یوں یہ سنجیدہ اور بھرپور غور و فکر کا حامل سیمینار اختتام پذیر ہوا۔ OO

"اجالا ہوا چاہتا ہے"

نجیب صدیقی' کراچی

آواز حق کو ایوانوں میں گونجنے دو۔ یہ مٹھی بھر لوگ جن کی رگوں میں دین کی اقامت کا جذبہ موجزن ہے' سیلاب میں تنکے کے مانند ہیں مگر اپنے عزم جواں سے سیلاب کا رخ موڑ دینے کا عزم بالجزم رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگیوں کا مقصد اعلائے کلمتہ اللہ ہے وہ اپنے رب کی خوشنودی کے لئے ہر آن کوشاں ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو جہد مسلسل کی کڑی ہیں۔ ان کی نگاہ اپنے اسلاف کے کارناموں پر ہے۔ ان کا تعلق اس سنہری زنجیر سے ہے جو صحابہ کرام ؓ سے گزرتی ہوئی سید احمد شہید کا ایک تسلسل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حیات دنیوی پر حیات اخروی کو ترجیح دی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہر کٹھن وقت میں صبر کا مظاہرہ کیا ہے۔ برائی کا جواب بھلائی سے دیا ہے۔ نیکی کا پرچم اٹھائے ہوئے نوع انسانی کو محبت کا پیغام دے رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو بظاہر تھوڑے نظر آرہے ہیں مگر ان کا وجود معاشرے کے لئے خیر کا سبب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کلمہ حق کہا ہے۔ اس جرم کی پاداش میں اس معاشرے میں وہ تنہا ہو گئے ہیں مگر روشنی کے چراغ ہیں۔

آج تم دیکھتے ہو کہ ان چراغوں کی لو دھیمی ہے مگر کبھی ایک دن شعلہ جوالا بنے گی' دنیا میں ہمیشہ ایسا ہوتا رہتا ہے "دعوت" پر لبیک کہنے والے بظاہر کمزور نظر آتے ہیں مگر اندر سے وہ چٹان ہوتے ہیں انہیں کوئی نہیں ہلا سکتا۔

دعوت کی ابتداء دیکھ کر کوئی اس کے عروج کا تصور نہیں کرسکتا مگر چشم فلک نے یہ دیکھا ہے کہ مٹھی بھر لوگ دیکھتے ہی دیکھتے اس طرح غالب ہو گئے کہ ہر چہار وانگ میں دین کا ڈنکا بج گیا۔ کرۂ ارض کے بڑے حصے پر حق غالب آگیا۔

اس غلبے کی ابتداء ہو چکی ہے۔ بظاہر یہ کمزور لوگ حقیر نظر آتے ہیں مگر ان کے دلوں میں طوفان چھپے ہوئے ہیں۔ ان کا جذبہ دروں انہیں کشاں کشاں لئے پھرتا ہے۔ یہ دیوانے اپنے رب کا ترانہ پڑھتے ہوئے تاریکیوں کو چھاڑ رہے ہیں۔

اجالا ہوا چاہتا ہے اس اجالے کو اب کوئی نہیں روک سکتا۔

فرقہ پرست علماء نے قرآن کو "تبلیغ بدر" کر رکھا ہے

دین تو خیر خواہی کا نام ہے مگر ہم مسلمانوں ہی کو کافر اور گستاخ قرار دے رہے ہیں !

علماء کو فرقہ وارانہ تعصب کی موجودہ آگ کو بجھانے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا ہو گا

محمد سمیع، کراچی

آپ نے ایک جلسہ سیرت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور ﷺ کی سیرت کا ایک اہم پہلو نماز ہے، اس حوالے سے آپ نے سورۂ فاتحہ کو موضوع سخن بنایا۔ آپ نے اس سورت کی ایک ایک آیت پر گفتگو کی لیکن آپ کی گفتگو کا ہدف مسلمانوں کے ایک خاص گروہ کے عقائد کی نفی کرنا تھا، عبادت اور استعانت کے حوالے سے بھی اور انعام یافتہ گروہوں کے حوالے سے بھی۔ آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ گروہ عبادت تو اللہ تعالیٰ کی کرتا ہے لیکن استعانت اوروں سے طلب کرتا ہے اور یہ کہ انعام یافتہ گروہوں میں انبیاء علیہم السلام کا تو اپنا مقام ہے البتہ صدیقین، شہداء اور صالحین کا انطباق صحیح معنوں میں صحابہ کرامؓ پر ہوتا ہے اور یہ گروہ ان کو اپنا بھائی کہتا ہے جو صحابہؓ سے بغض رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے غضب کا شکار یہود اور گمراہ نصاریٰ ہیں، لیکن یہ گروہ انہیں کی پیروی کرتے ہوئے ہر سال جشن مناتا ہے جبکہ جشن منانا مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ سورۂ فاتحہ کی یہ تفسیر مجھے بڑی اوکھی لگی۔ مجھے یہ معلوم تو تھا کہ قرآن انسان کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے البتہ یہ پتہ نہ تھا کہ قرآن کا مصرف دوسروں کے عقائد کے رد میں بھی ہوتا ہے درآنحالیکہ دونوں گروہ مسلمانوں کے گروہ شمار ہوتے ہیں۔

میرے بزرگ! پہلی بات تو یہ ہے کہ سیرت کے جلسہ کے انعقاد کا مقصد اسوہ حسنہؐ پر گفتگو کے ذریعہ لوگوں میں جذبہ عمل پیدا کرنے کی کوشش ہونی چاہئے۔ آپ نے لوگوں کو جلسہ سیرت کے نام پر اکٹھا کیا لیکن اس کا ہدف دوسرے گروہ کے عقائد کی نفی کو بنایا۔ کیا میں نہایت ادب کے ساتھ آپ سے یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ دیانت کے کس اصول کے تحت آپ نے یہ رویہ اختیار کیا؟۔ کیا حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ سے ایسی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو بلایا تو کسی اور مقصد کے لئے ہو اور اس موقع پر مسلمانوں کے کسی گروہ کو ہدف تنقید بنایا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ کو منافقین کے نام تک بتا دیئے تھے لیکن آپؐ نے ان ناموں کو بھی مخفی رکھا حالانکہ منافقین تو اسلام کی جڑ پر تیشہ چلانے والے لوگ تھے۔ میری اس جسارت پر کہیں آپ اس مغالطہ میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ میرا تعلق تنقید بننے والے گروہ سے ہے۔ ع "میں مفسر نہ محدث نہ مجدد نہ فقیہ" کے مصداق میرا تعلق نہ اس گروہ سے ہے نہ آپ کے گروہ سے۔ میں تو اس اسلام کا ماننے والا ہوں، جس میں نہ کوئی بریلویت تھی، نہ دیوبندیت، نہ شیعیت تھی، نہ سنیت اور نہ اہلحدیثیت۔ مجھے یقین ہے کہ کل کو اسی مقام پر اس سے بڑا جلسہ ہو گا اور دوسرا گروہ آپ کے گروہ کو ہدف تنقید بنائے گا۔ قرآن و حدیث کی اپنی تاویلات کے ذریعہ آپ کے گروہ کو بد عقیدہ ثابت کرے گا اور آپ کے تمام فرمودات کی نفی کر دے گا۔

عوام کی مصیبت یہ ہے کہ اول تو ان کا قرآن سے تعلق کم ہی رہ گیا ہے اور ہے بھی تو صرف اتنا کہ نیکی کے حصول کے لئے اس کی تلاوت کر لیتے ہیں کیونکہ اسی کی آپ لوگ تبلیغ کرتے ہیں۔ آپ نے انہیں نبی اکرم ﷺ کا وہ فرمان مبارک بتایا ہی نہیں کہ "قرآن حجت ہے تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف"۔ ان میں سے کسی نے اگر اسے ترجموں سے سمجھنے کی کوشش کی تو اسے کہا جاتا ہے کہ ترجمہ کے ذریعہ قرآن کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور اگر کسی نے کچھ زیادہ ہی ہمت کر لی اور عربی زبان سیکھ کر قرآن کی تبلیغ شروع کر دی تو اس پر گمراہی کا فتویٰ جڑ دیا جاتا ہے، کیونکہ اس نے آپ میں سے کسی کے سامنے زانوئے ادب تہہ ہی نہیں کیا۔ شاید قرآن کو اسی لئے "تبلیغ بدر" کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ قرآن یا تو مامور من اللہ ہونے کے ناطے آغا خان سکھا سکتے ہیں یا آپ، حالانکہ آپ مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کرتے اور آپ قرآن کا جو مصرف لے رہے ہیں اس کا اظہار اس قسم کی مجالس میں ہوتا رہتا ہے جن میں سے ایک کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ کا موقف یہ ہو گا کہ ہم تو عقائد کی تصحیح کرنا چاہتے ہیں لیکن تصحیح عقائد کا یہ طریقہ کیا اسوۂ حسنہؐ کے عین مطابق ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی تو یہ ہے کہ دین تو نام ہی خیر خواہی کا ہے۔ خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ اپنے فریق مخالف کو قائل کرنے کی کوشش کریں بصورت دیگر خود قائل ہونے کے لئے تیار رہیں۔ اسے یہ احساس دلائیں کہ گویا وہ آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑا ہے اور آپ اسے کمر سے کھینچنا چاہتے ہیں تاکہ وہ دوزخ کا نوالہ بننے سے بچ جائے۔ لیکن اس قسم کی مجالس کو دیکھ کر تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ع "بیچ میں انا کا جنگل ہے، میں ادھر اور تم ادھر تنہا" اور تنہا تنہا ایک دوسرے پر گولہ باری ہو رہی ہے۔ گستاخ رسول، کافر، بدعتی، مشرک، کھٹمل اور مچھر جیسے القابات کے ذریعہ کیا خیر خواہی ممکن ہے؟۔ ہم نے آپ ہی لوگوں سے سنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں"۔ غور فرمائیں کیا آپ نے کسی نبی کو لوگوں کے تفرقے کا سبب بنتے پایا ہے؟ انبیاء علیہم السلام کی تاریخ سے آپ سے زیادہ کون واقف ہو گا۔ مزید غور فرمائیں، اغیار اسلام کو جارح مذہب قرار دے رہے ہیں اور ہم آپس میں جارحیت کے مرتکب ہو کر گویا کہ ان کے قول کی لاشعوری طور پر تصدیق کر رہے ہیں۔ ان کے دانشور کو بالکل صحیح ادراک ہے کہ اگر مغربی تہذیب کو کسی سے خطرہ ہے تو وہ اسلام سے ہے۔ اسلام کو تو وہ ختم نہیں کر سکتے البتہ ان کی کوشش ہے کہ مسلمان لسانی، علاقائی اور مذہبی تفریق میں مبتلا ہو کر اسی طرح ختم ہو جائیں جس طرح بنی اسرائیل کے گؤ سالہ پرستوں کو ایک دوسرے کے قتل کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے انہیں ختم کر دیا۔ افسوس صد افسوس کہ ہم خواہی نخواہی انہیں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ شیعہ سنی اختلافات کی بنیاد پر روزانہ وطن عزیز میں لاشوں کا گرنا معمول بنا ہوا ہے۔ اس آگ کو بجھانا آپ پر فرض ہے۔ اگر آپ نے اپنا یہ فرض ادا نہ کیا تو اللہ نہ کرے کہ اس آگ کی لپیٹ کا دائرہ وسیع تر ہو جائے اور لوگ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ دنیاداروں کا شغل تو فساد فی سبیل الطاغوت ہے ہی، دین داروں نے بھی فساد فی سبیل اللہ کو اپنا شغل بنا لیا ہے۔

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!

اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں نصف صدی کے بعد بھی اسلام پردیسی بنا ہوا ہے

نعیم اختر عدنان

حریت و آزادی کا تصور ایک بے پایاں نعمت ہی نہیں بلکہ انسان کا فطری حق بھی ہے۔ رب کائنات جو جمادات' نباتات' حیوانات کا خالق ہے' نے کائنات ارضی و سماوی کو سجا بنا کر' اسے ایک مقدس ٹرسٹ کی شکل دے کر انسان کو اس کا نگران اور متولی بنا دیا۔ نگرانی اور تولیت کے اہم ترین فرض کی ادائیگی کے لئے ہر قسم کے جملہ اختیارات بھی انسان کو قدرت کاملہ کی طرف سے اس شان سے عطا کر دیئے گئے کہ سب کچھ انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا' اس تسخیر کائنات کی انتہا فرشتوں کا آدم کے سامنے سربسجود ہونا قرار پائی۔ تمام پیغمبر اور رسولؑ انسانیت کو اپنے خالق و مالک کی بندگی کا پیغام پہنچاتے رہے تاکہ انسانوں کو بندگی رب پر کاربند کر کے حقیقی آزادی کے لطف سے بہرہ ور کیا جا سکے۔ انسان اگر اپنے خالق و مالک کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کر لے تو گویا وہ پوری کائنات کے ساتھ ہم آہنگ و مربوط ہو جاتا ہے' لیکن اگر وہ "بندہ" ہونے کا اقرار و اعتراف کرنے کے باوجود اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کرنے کی بجائے سرکشی و بغاوت کا راستہ اختیار کر لے تو پھر انسان گویا پوری کائنات سے برسرپیکار ہو جاتا ہے چنانچہ کائنات کی وہی قوتیں جنہیں انسان کے لئے مسخر کیا گیا ہے' اس کے لئے وبال جان بن جاتی ہیں۔

حضرت آدمؑ سے لے کر نبی آخر الزمانؐ تک ہر داعی الی اللہ نے اس کائنات کے ٹرسٹی و متولی اور خلیفہ کو یہی بات سمجھانے کی بھرپور کوشش کی کہ "اے انسانو! اللہ کی بندگی کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے" تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ انسانوں نے جب بھی انفرادی اور اجتماعی سطح پر کائنات سے ہم آہنگی پر مبنی طرز عمل اختیار کیا' عین اسی لمحے اسے امن و سکون بھی میسر آیا اور خوشحالی و رفاہیت بھی اس کا مقدر بن گئی۔ قوم نوحؑ' قوم صالحؑ' قوم شعیبؑ' قوم لوطؑ کو دانستہ راہ ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کرنے کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا۔ قوموں اور ملتوں کی تاریخ میں بنی اسرائیل کو شرف و بزرگی میں امتیاز و کمال حاصل تھا' اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان پر موسلادھار بارش کی مانند برستی تھیں مگر اس ناہنجار قوم نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے کفران نعمت کا رویہ اپنا لیا۔ اس ناسپاسی اور ناشکر گزاری کی وجہ سے بنی اسرائیل سرزمین مصر میں فرعون کی ظالمانہ غلامی سے دوچار ہو گئے۔ خالق کائنات نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ جیسے جلیل القدر پیغمبروں کو بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس وقت کی استعماری قوت کے علمبردار فرعون سے براہ راست ٹکر لی اور اپنی قوم کو غلامی کی لعنت سے چھٹکارہ دلانے اور آزادی کی نعمت سے بہرہ یاب کرنے کے لئے راتوں رات مصر سے نکال کر فلسطین کی سرزمین میں لا بسایا۔ غلامی سے آزادی کے اس سفر میں بنی اسرائیل کو قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت حاصل رہی۔ فلسطین میں جب بنی اسرائیل ایک آزاد و خود مختار قوم کی حیثیت سے داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قانون شریعت کی تنفیذ اور آزادی کے تکمیل کی غرض سے حکم جہاد دیا تاکہ فلسطین میں بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت پر مبنی ریاست قائم کریں... مگر...!

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فیض اٹھانے والی' بزعم خویش ذات حق کی چہیتی اور لاڈلی قوم نے آزادی کے تقاضے پورے کرنے سے صاف جواب دے دیا۔ بنی اسرائیل کے اس اجتماعی انکار و انحراف کی وجہ سے انہیں اسی مقدس سرزمین میں چالیس سال تک کے لئے صحرائے سینا کے حوالے کرتے ہوئے "خانہ بدوش" بننے پر مجبور کر دیا گیا۔ بنی اسرائیل کو حاصل فضیلت و بزرگی وہم و خیال بن گئی اور ذلت و نکبت اور بے چارگی و لاچارگی ان کے مقدر میں لکھ دی گئی۔ نبی رحمتؐ کی بعثت کا آفتاب و ماہتاب طلوع ہوا' انہیں اصلاح احوال کا پھر سے ایک موقع دیا گیا کہ "اے بنی اسرائیل تمہارا رب تم پر اب بھی مہربانی و عنایت کرنے کے لئے ہمہ تن آمادہ ہے مگر شرط صرف یہ ہے کہ تم سرکشی و نافرمانی کی شیطانی راہ ترک کر کے' اطاعت و فرمانبرداری کی راہ اختیار کر لو مگر انہوں نے اصلاح احوال کے اس آخری موقع کو بھی ضائع کر دیا۔ چنانچہ انہیں دستور الٰہی کی کامل و اکمل اور آخری اور ابدی دستاویز میں ناسپاس و نافرمان لوگوں کی فہرست میں شامل کر دیا گیا' جن پر رحمت کی بجائے غضب الٰہی نازل کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے سامنے بنی اسرائیل کے حالات و واقعات تفصیل کے ساتھ اس لئے رکھے کہ وہ اپنی پیش رو امت کے انجام سے سبق سیکھیں۔ ورنہ کاتب تقدیر اس امت کو بھی اپنی رحمت کے سائے سے دور کر دے گا۔ آج امت مسلمہ کے ہر فرد کو سوچنا اور غور کرنا چاہئے کہ افغانستان ہو کہ کشمیر' فلسطین ہو یا صومالیہ' پاکستان ہو کہ ہندوستان' دین توحید کے ماننے والے ہی کہیں سیاسی غلامی سے دوچار ہیں تو کسی جگہ معاشی غلامی نے انہیں جکڑ رکھا ہے۔ کہیں مال و دولت کی فراوانی ہے تو وہاں اخلاقی اقدار فنا کے گھاٹ اتر کر تہذیبی غلامی کا مرقع نظر آتی ہیں۔

اہل وطن نے اپنے پیارے اور عظیم ملک کی گولڈن جوبلی منائی ہے۔ ہماری آزادی کو پچاس سال کا عرصہ یعنی پوری نصف صدی ہو گئی ہے مگر اسلام کے نام پر بننے والے دیس میں اسلام ماضی کے دور غلامی کی طرح آج بھی پردیسی ہے۔ پاکستان دنیا کی بدحال اقوام کی مدد کرنے کی بجائے ابلیسی اداروں کا مقروض ہو چکا ہے۔ میرے پیارے وطن کے عظیم لوگو! آپ جانتے ہیں کہ پاکستان کا قیام ایک ناقابل

"کیا ہم نے بحیثیت قوم سابقہ امت مسلمہ بنی اسرائیل کا گھناؤنا کردار اپنائے رکھنا ہے یا قوم یونسؑ کی طرح اجتماعی توبہ کا راستہ اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حق دار بننا ہے"

یقین واقعہ ہی نہیں بلکہ عظیم معجزہ بھی ہے 'اسے غلبہ اسلام کے حوالے سے دنیا میں خصوصی کردار ادا کرنا ہے۔ پاکستان کو اس عظیم الشان کردار کی ادائیگی کے قابل بنانے کے لئے مجھے اور آپ کو اپنا سب کچھ لگانا ہو گا۔ اس کے بغیر نہ پاکستان کی تعمیر و تشکیل کا خواب پورا ہو سکتا ہے اور نہ ہی یہ ملک نظام خلافت کا گہوارہ بن سکتا ہے اور نہ ہی اسے اسلام کے عالمی غلبہ میں اہم اور خصوصی کردار ادا کرنے کی سعادت اسے حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اگر ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک دنیا کی رہبری و رہنمائی کا کردار ادا کرے تو پھر ہمارے حکمرانوں کو' سیاستدانوں کو' فوجی جوانوں کو' منصفوں کو' دانشوروں کو' دینی زعماء کو اور علماء کو اپنا مثالی کردار اپنانا ہو گا۔ وہ اس لئے کہ انہی طبقات کے موجودہ کردار کی وجہ سے ہم پاکستان کو اسلام کا گہوارہ تو کیا بناتے اسے ہم نے کرپشن' لاقانونیت' تعصب و دشمنی کے اندھیروں کا ماضی بنا دیا ہے۔

اے وطن کے سرکردہ لوگو! خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنے پھیلائے ہوئے فساد کی اصلاح کر لو ورنہ اس عظیم ملک کی تباہی و بربادی کی ذمہ داری تمہارے ہی کندھوں پر آئے گی۔ فرمان خداوندی ہے کہ "ہم جب کسی بستی کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے خوش حال طبقہ کو فسادی بنا دیتے ہیں۔ لہٰذا اے فساد برپا کرنے والو اب بھی وقت ہے کہ اپنی اصلاح کر لو۔ ورنہ خدشہ ہے کہ تباہی و بربادی اور ذلت و محتاجی کہیں ہمارا مقدر نہ بن جائے!

نافرمانی اور ڈھٹائی کا ثمر بنی اسرائیل کی ذلت و بربادی کا باعث بنا جبکہ اجتماعی توبہ کے راستے سے یونسؑ کی قوم کے لئے معافی کا راستہ کھل گیا۔ چنانچہ ملت اسلامیہ پاکستان ان دونوں راستوں میں سے کوئی راستہ بھی اختیار کر سکتی ہے۔ اما شاکرا و اما کفورا کی دونوں راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ OO

بقیہ : امریکہ میں دعوتی سرگرمیاں

۳۔ قرآن مجید کو تذکر و تدبر کے ساتھ سمجھنا۔
۴۔ قرآن مجید سے راہنمائی حاصل کرتے ہوئے پوری زندگی میں اسے اپنا شعار بنانا۔
۵۔ قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا۔

اتوار ۱۰/ اگست

فریمانٹ (Fremont) میں "قرآن امت کی یکجہتی کا ذریعہ" کے عنوان سے ڈاکٹر اسرار احمد نے لفظ امت کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے بتایا کہ امت کا مفہوم 'لوگوں کا ایسا گروہ یا اجتماع ہے جن کا ایک ہدف ہو اور ایک ہی سمت رواں دواں ہوں' خواہ ان کا تعلق کسی رنگ' نسل' قبیلے' زبان یا علاقے سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے پاس اپنا رسولؐ اور اپنا کلام قرآن مجید بھیجا تاکہ ان کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے کہ اے اللہ ہمارے پاس تیرا پیغام پہنچا ہی نہیں تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہم قرآن کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ لیں تو ہمارے تمام تفرقے اور اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پوری نوع انسانی ایک اللہ کی مخلوق ہے۔ انہوں نے حاضرین کو ابتدائی طور پر چند مشورے سے بھی دیئے :

۱۔ اپنے بچوں کو تجوید کے ساتھ قرآن پڑھانا۔
۲۔ عربی کی تعلیم دلانا۔
۳۔ خود قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنا' خواہ عمر کے کسی حصے میں ہوں۔

سودی معیشت کا خاتمہ

ڈی جی بوکارے' اخذ و ترجمہ : سردار اعوان

سرمایہ دارانہ نظام کی پیروی کر کے سود سے پاک اسلامی معیشت کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو گا" اس لئے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی بقاء کا راز مصنوعات کی طلب میں مسلسل اضافہ پیدا کرتے رہنے اور طلب و رسد کو اس طرح کنٹرول کرنے میں ہے کہ طلب کے مقابلے میں رسد کو کم رکھا جائے۔ یعنی اولاً یہ کہ نت نئی مصنوعات کے لئے طلب میں اضافہ کیا جائے اور پھر طلب کے مقابلے میں رسد کم رکھی جائے اس کے لئے اشتہارات اور دیگر اقسام کے داؤ پیچ استعمال میں لائے جاتے ہیں جن سے طلب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور اشیاء کی سپلائی کنٹرول کرنے کے لئے لائسنسوں' جائنٹ سٹاک کمپنیز' پیٹنٹس' ٹریڈ مارکس' برانڈ نیمز' کاپی رائٹس' ٹریڈ یونینوں جیسے اجارہ داری کے قانونی ہتھکنڈے اختیار کئے جاتے ہیں جن سے قیمتیں مقرر کرنے کا اختیار یک طرفہ طور پر سرمایہ دار کو حاصل رہتا ہے۔ چنانچہ سرمایہ دارانہ معیشت کا یہ خاصا ہے کہ اس میں قیمتیں ہمیشہ بڑھتی رہتی ہیں' گھٹتی کبھی نہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کے علمبردار ہمیشہ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ نظام باہم مقابلے پر مبنی ہے مگر یہ سراسر جھوٹ ہے؟ در حقیقت یہ اجارہ دارانہ نظام ہے۔ مسابقت پیدا کرنے کے لئے اس قسم کے اجارہ دارانہ قوانین کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ہوتی جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اگر معاشی ترقی کو مارکیٹ میں مقابلے کے ذریعے اپنی حیثیت متعین کرنے دی جائے تو قیمتوں میں کمی کا رجحان پیدا ہونا ناگزیر ہے اور یہی مسئلہ کا اصل حل ہے' کیونکہ اگر اشیاء کی قیمتوں میں اضافے کا رجحان ختم ہو جائے تو معیشت سے سود کا عنصر از خود خارج ہو جائے گا تاہم اس کے باوجود جن لوگوں کے پاس دولت ہے وہ اسے کسی دوسرے شخص کو دینے پر آسانی سے تیار نہیں ہوں گے کیونکہ اس میں بہر حال نقصان کا اندیشہ موجود رہے گا اور جب تک یہ خطرہ موجود رہتا ہے غیر سودی معیشت کا خواب شرمندہ تعبیر ہونا ممکن نہیں لہٰذا ایک ایسا ادارہ ہونا چاہئے جو ضرورت مندوں اور کاروباری حضرات کو بلا سود قرضے فراہم کرے اور یہ کام حکومت ہی انجام دے سکتی ہے۔

(اسلامک وائس' بنگلور۔ اگست ۱۹۹۷ء)

اطلاع

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ ۱۴/ اکتوبر کو امریکہ کے دعوتی و تنظیمی دورہ سے واپس تشریف لائیں گے اور ۱۵/ اکتوبر کو جمعہ مسجد دارالسلام میں پڑھائیں گے۔

ماہ ستمبر میں تربیت گاہوں کا نظام الاوقات

۷ سے ۱۳ ستمبر تک مبتدی جبکہ ۲۱ سے ۲۷ ستمبر تک ملتزم رفقاء کے لئے تنظیم اسلامی کے مرکزی دفتر میں تربیت گاہیں منعقد ہوں گی۔

پاکستان معاشی بدحالی کے آخری نقطہ پر پہنچ چکا ہے

دین کا بول بالا اور ملت کی سربلندی کے لئے پاکستان کا قیام عمل میں آیا تھا مگر ....

خواب اور تعبیر میں اگر وقت کا فاصلہ حائل ہو جائے تو یا خواب بکھر جاتا ہے یا تعبیر بگڑ جاتی ہے

جو جتنے بڑے منصب پر فائز ہے' وہ اتنا ہی بڑا قانون شکن ہے

ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر نظم و ضبط سے عاری ہو چکے ہیں

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی کے فکر انگیز خیالات

نظریہ خواہ کتنا ہی خوبصورت' جاندار اور توانا ہو' اس وقت تک عمل کے قالب میں نہیں ڈھلتا جب تک اس کی پشت پر ویسی ہی خوبصورت' جاندار اور توانا شخصیت نہ ہو۔ نجانے کتنے ایسے نظریئے "انٹرنیشنل آرکائیوز" کی نذر ہو چکے ہوں گے جو بڑے ہی دلفریب' خوش کن اور انقلاب آفریں تھے۔ چونکہ انہیں کوئی ڈائنامک شخصیت میسر نہ آئی اس لئے وہ عجائب گھر سے نکل کر عام آبادی کے دیوار و در پر دستک نہ دے سکے۔ بالکل اس کشتی کی طرح جسے بنا سنوار کر دریا میں تو ڈال دیا جائے مگر اسے کوئی ملاح دستیاب نہ ہو' اس کے خوبصورت تختے' زرنگار چپو اور انتہائی قیمتی لکڑی اسے ساحل مراد تک نہیں پہنچا سکتی۔ دریا کی لہریں چاہے اسے دوش پر بٹھا کر پار لے جانے کو کتنی ہی بیتاب کیوں نہ ہوں پھر بھی وہ کشتی دوسرے کنارے کو نہیں چھو سکتی۔ یہ تو ممکن ہے کہ کشتی کو دریا میں اتار دیا جائے اور ہوا کے ہچکولے اسے کھینچ کھانچ کر کچھ دور تک لے جائیں لیکن یا تو کشتی بے سمت ہو جائے گی یا کسی بھنور میں پھنس جائے گی اور یا پھر توازن بگڑنے سے کہیں نہ کہیں الٹ جائے گی۔ جس طرح کشتی کے صحیح سلامت اپنے ساحل تک پہنچنے کے لئے ملاح کا ہونا ضروری ہے اسی طرح کسی بھی نظریے کے رو بہ عمل آنے کے لئے ایک باعمل شخصیت ناگزیر ہے۔ علامہ اقبال" نے اپنے خطبات میں ایک نئی اسلامی ریاست "پاکستان" کا خاکہ بڑی خوبصورتی سے تیار کیا لیکن اس میں رنگ اس وقت بھرا جب قائداعظم" نے اس خاکے کو اپنایا' آزادی کا خیال ایک خواب تھا' تشننہ تعبیر' محمد علی جناح" نے اسے تعبیر سے بغل گیر کیا۔ بلاشبہ خواہش کو حقیقت بنانے کے لئے ایک شخصیت ضروری ہوتی ہے' اس کے ساتھ ساتھ کوئی نظریہ جب عمل کے پیکر میں ظہور پذیر ہوتا ہے تو اس آئینہ عمل میں اس شخصیت کا بھرپور عکس نظر آتا ہے اور اس شخصیت کی بھرپور خواہش بلکہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس آئینے میں دیکھے اور اپنے خدوخال کے حسن اور دلفریبی کا اندازہ لگائے۔

پاکستان قائداعظم" کے ہاتھوں صفحہ تاریخ پر ابھرا' ہر نقش انہوں نے خود بنایا سنوارا' اب لازم ہے کہ ہر نقش میں ان کے موئے قلم کا اظہار ہونا چاہئے۔ پاکستان کے موجودہ آئینے میں بانی پاکستان کا عکس ضرور ڈھونڈنا چاہئے' کیوں کہ تحریک پاکستان میں ان کے لاکھوں لمحے جذب ہوئے۔ قائداعظم" کی شخصیت وطن عزیز میں رچی بسی ہونی چاہئے۔ اگر ہم قائداعظم" کی شخصیت کا مطالعہ کریں تو بدقسمتی سے پاکستان اس طرح نظر نہیں آتا جیسا کہ قائداعظم" کے پاکستان کو ہونا چاہئے تھا۔ انہوں نے اپنا وجود اس کی صورت گری میں تحلیل کر دیا تھا' لیکن اتنے بڑے پاکستان میں قائداعظم" کی تصویر کہیں نظر نہیں آتی۔

ساری دنیا اس کی گواہ ہے کہ قائداعظم" ایک مالدار اور خوشحال شخص تھے۔ پاکستان بناتے وقت یقیناً ان کے ذہن میں ہو گا کہ میرے ہاتھوں تخلیق ہونے والے ملک کو خوشحال ہونا چاہئے' اسے امیر اور مالدار ہونا چاہئے' کیوں کہ کوئی بھی خوشحال آدمی افلاس کا خواب نہیں دیکھتا' لیکن یہ کیا کہ ہمارا ملک خوشحالی تو کیا معاشی بدحالی کے کسی درمیانی نہیں بلکہ آخری نقطے پر پہنچا ہوا ہے۔ اس کارواں رواں ورلڈ بنک کے قرضوں میں گندھا ہوا ہے۔ ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنے سر پر پندرہ ہزار ڈالر کے قرض کا بوجھ لے کر سرزمین پاکستان پر پہلا سانس لیتا ہے۔ نوٹ چھاپ چھاپ کر ہم اپنے روزمرہ کے اخراجات پورے کر رہے ہیں اور ہر آنے والی حکومت اپنی پیش رو حکومت سے بڑھ کر ملک پر معاشی بوجھ ثابت ہوتی ہے۔

بانی پاکستان اپنے دور کے بلاشبہ بہت ہی پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ آدمی تھے' ان کی خواہش ہو گی کہ وطن عزیز بھی علم کا گہوارہ بنے مگر ان کی خواہش کے برعکس ان کے ملک میں سب سے زیادہ برا حال تعلیم کا ہے۔ تعلیم گاہیں قتل گاہیں بن چکی ہیں اور کتاب کی جگہ بندوق نے لے لی ہے۔ بجٹ میں سب سے کم رقم تعلیم کے لئے رکھی جاتی ہے۔ ایوان زیریں اور ایوان بالا کے دروازے اہل علم پر قریب قریب بند ہو چکے ہیں' کچھ علم کا چرچا ہے بھی تو وہ سرمایہ وقار نہیں محض ذریعہ روزگار ہے۔ تعلیمی ادارے ایسی پائپ لائن کی شکل میں بدل چکے ہیں کہ ایک طرف سے معصوم اور پاکستانی بچے کو داخل کیا جاتا ہے اور دوسری طرف سے دہشت گرد اور بے خدا بن کر نکلتا ہے "الا ماشاء اللہ" علم کی طلب روز بروز گھٹ اور شکم کی ہوس برابر بڑھ رہی ہے۔

قائداعظم" کے بارے میں یہ بھی ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ اعلیٰ پائے کے قانون دان تھے۔ انہوں نے ضرور سوچا ہو گا کہ ان کا ملک اور ملک کا ہر شہری قانون پسند ہو گا مگر یہ کیا کہ یہاں سب سے زیادہ بے حرمت چیز اگر ہے تو وہ قانون ہے۔ قانون پسندی حماقت اور قانون شکنی "سماجی حیثیت" کا پتہ دیتی ہے۔ جو جتنا بڑا قانون شکن ہے وہ اتنا ہی بڑا "تمن" ہے۔ رواں دواں گاڑیوں کے پہیوں تلے ذرات خاک اس قدر پامال نہیں ہوتے جتنا قانون "بڑے لوگوں" اور "اعیان حکومت" کے پاؤں میں روندا جاتا ہے۔ گداگر کے لباس کے پیوند تو گنے جا سکتے ہیں لیکن قبائے قانون کے چیتھڑے جو ہر روز اڑتے ہیں کوئی بڑا حساب دان بھی شمار نہیں کر سکتا۔ یتیم اور بیوہ کی بے کسی سے کہیں زیادہ قانون کی بے بسی قابل دید ہے۔ جہاں

(باقی صفحہ ۵ پر)

قائداعظمؒ جیسی قانون دان اور قانون پسند شخصیت کے خواب کی تعبیر نہیں ہو سکتا۔

یہ بھی سبھی جانتے ہیں کہ قائداعظمؒ نے دلیل کی بنیاد پر ہندو اور انگریز کو لاجواب بنا کر پاکستان حاصل کیا تھا۔ کہیں بھی تیغ و تفنگ کا استعمال نہیں کیا، توپ تلوار تو کیا لاٹھی تک نہیں اٹھائی۔ میز کو میدان جنگ بنایا اور استدلال اور منطق کو اپنا اسلحہ قرار دیا، لیکن اس کا سبب کیا ہے کہ آج پاکستان میں ہر مسئلہ کا حل "گولی" ہے، کلاشنکوف کا برسٹ ہے، بندوق کی نالی ہے، توپ کا دہانہ ہے اور خنجر کی نوک ہے۔ کیا ہمارے ترکش میں صرف تیر ہی رہ گئے ہیں اور ذہن دلیل سے خالی ہو چکے ہیں؟ قائداعظمؒ انگریز جیسے دشمن سے دلیل سے بات کرتے تھے۔ کیا ہم اپنے جیسے مسلمان سے استدلال کی بنیاد پر بات نہیں کر سکتے؟۔ اس کی گواہی بھی ہر شخص دے گا کہ قائداعظمؒ ڈسپلن کے آدمی تھے۔ ہر بات قرینے اور ہر اقدام سلیقے سے ہوتا تھا۔ ان کے روز و شب کی تسبیح کا ایک ایک دانہ مرصع اور منظم تھا اور وہ الل ٹپ کاموں کے قائل نہیں بلکہ ہر کام پر ڈسپلن کی طرف مائل رہتے تھے، ان کی سیاست، ان کی معاشرت اور ان کی قیادت میں ایک ڈسپلن تھا۔ آج ہمارے اندر وہ ڈسپلن کیوں نہیں؟

یہ ہماری سیاست میں "لوٹا کریسی" اور معاشرت میں غنڈہ گردی، اس نظم و ضبط سے کتنا دور ہے جسے قائداعظمؒ نے اپنے اور اپنی قوم کے لئے "ماٹو" قرار دیا۔ کھانے کی میز سے لے کر ایوان کی اونچی کرسی تک ایک ہنگامہ ہے، ایک ہڑبونگ ہے، ایک شور شرابا ہے، ایک غوغا ہے اور ایک تماشا ہے، ایک منضبط شخص ایک ایسے ملک کا خواب کیوں کر دیکھ سکتا ہے جس کا پیمانہ صبر و ضبط ہر لحظہ چھلکتا نظر آئے۔

اسی طرح قائداعظمؒ، اسلام کو فرقہ نہیں دین سمجھتے تھے اور قوم کو گروہ نہیں ملت کا درجہ دیتے تھے۔ انہوں نے کسی فرقے کو بنیاد بنا کر اپنی سیاست کی عمارت نہیں اٹھائی اور نہ ہی امت کو کاٹ کر اور بانٹ کر ایک گروہ کی قیادت کا جھنڈا اٹھایا۔ مسلمانوں کو اسلام کے نام پر بلایا اور ملت کے پلیٹ فارم پر جمع کیا، وہ یقیناً چاہتے ہوں گے کہ جب پاکستان بن جائے تو وہاں کسی فرقے کا نہیں دین کا بول بالا ہو اور کسی قومیت کا نہیں ملت کا سربلند ہو۔ اب دیکھئے خواب کتنا حسین تھا اور تعبیر کس قدر سنگین! دین کے نام پر بننے والا ملک اب فرقوں کے حوالے سے لخت لخت ہو رہا ہے اور ملت کی بنیاد میں قومیت کی سیم سرایت کرتی جا رہی ہے۔ دین کی عمارت لرز رہی ہے اور لوگ فرقوں کے بام و در کو تھامے ہوئے ہیں۔ ملت کا جھنڈا سرنگوں ہے اور قومیت کا پھریرا لہرا رہا ہے۔

(باقی صفحہ ۵ پر)

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ اب پیپلز پارٹی بھی جماعت اسلامی کی طرز پر کام کرے گی (بے نظیر بھٹو)

○ پھر تو آصف علی زرداری کو مونچھوں کے ساتھ ساتھ داڑھی بھی رکھنا پڑے گی۔

☆ کالا باغ ڈیم سازش ہے (اجمل خٹک)

○ خاں صاحب! ایک کالا باغ ڈیم ہی کیا، آپ کے نقطہ نظر سے تو شاید پورا پاکستان ہی سازش ہے۔

☆ اسلامی فلاحی معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں (مولانا نورانی سے میاں نواز شریف کی بات چیت)

○ لگتا ہے میاں صاحب آپ بھی ضیاء الحق مرحوم کی طرح اسلامائزیشن کے مقبول ترین راگ کو مسلسل الاپتے ہی رہیں گے اور بس!

☆ سیمینار کے دوران بے نظیر مسلسل تسبیح کرتی رہیں۔ (ایک خبر)

○ اور اس پر "ہائے زرداری، ہائے زرداری" کا ورد جاری تھا۔

☆ اسلامی نظریاتی کونسل چیئرمین کے بغیر چل رہی ہے۔ (ایک خبر)

○ حکومت کے لئے مولانا فضل الرحمٰن کا تعاون حاصل کرنے کا سنہری موقع ہے۔

☆ نصرت فتح علی خان جیسے لوگ کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ (بے نظیر)

○ جبکہ آصف علی زرداری جیسے لوگ تو پیدا ہونے ہی بند ہو گئے ہیں۔

☆ جنرل (ر) نصیر اللہ بابر نے پنجاب میں فرقہ واریت روکنے کے لئے کچھ نہیں کیا (ممبر قومی اسمبلی میاں وحید)

○ جبکہ ہمارے دور میں تو صرف مساجد میں قتل و غارت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ باقی ہر جگہ پر "امن و امان" قائم ہے، مثلاً وزیر اعظم ہاؤس، ایوان صدر، گورنر ہاؤس، پارلیمنٹ وغیرہ وغیرہ۔

☆ قاضی حسین احمد کو اٹک پل پر گرفتار کر لیا گیا (ایک خبر)

○ ظالمو! قاضی اندر ہو گیا ہے۔

☆ پانچ سال میں سارا گند صاف کر دوں گا (نواز شریف)

○ کارپوریشن کے خاکروبوں کو بے روزگار کرنے کی "خوفناک حکومتی سازش" کا انکشاف۔

☆ آپ کیسی ہیں، میں تو ٹھیک ہوں، مگر رائے صاحب تم ٹھیک نہیں ہو (رائے اور بے نظیر کا مکالمہ)

○ بعض ستم ظریف تو یہ کہتے ہیں کہ دونوں ہی ٹھیک نہیں ہیں۔

☆ سیاسی حکومتیں ناکام ہوئیں تو بنیاد پرست آ جائیں گے (مشاہد حسین)

○ تو پھر آیئے اس خوشی میں نعرہ لگائیں، اسلامی انقلاب زندہ باد۔

☆ اکیلے نواز شریف کیا کریں (کلثوم نواز شریف)

○ میاں شہباز شریف کس مرض کی دوا ہیں بی بی۔

☆ قاضی حسین احمد بھاری مینڈیٹ کا پہلا شکار ہیں (حافظ حسین احمد)

○ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

☆ قومی حکومت نہ بنی تو خوفناک انقلاب آ جائے گا (بے نظیر)

○ "سٹیٹس کو" کی حامی، رجعت پسند قوتیں مردہ باد

☆ جس شخص نے ملک توڑا، اسی کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا دیا گیا۔ (زیڈ اے سلہری)

○ .....بلکہ اسے قائد عوام اور فخر ایشیا کا خطاب دے کر تختہ دار تک بھی پہنچا دیا گیا۔

☆ بگڑے ہوئے حالات سنوارنے کے لئے کچھ وقت لگے گا (شہباز شریف)

○ جناب... "کچھ وقت" سے مراد کہیں اقتدار کی پوری ٹرم تو نہیں ہے!

☆ حکومت نے مجھے مارنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے۔ (آصف زرداری)

○ مرد اول کے اس انکشاف پر بے نظیر کہہ سکتی ہیں کہ "کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو"

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی امریکہ میں دعوتی و تحریکی سرگرمیاں

ایک مختصر جائزہ   مرسلہ : عمران احمد

ہفتہ ۲/ اگست

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے رٹ گرز یونیورسٹی، نو آرک کیمپس، نیو جرسی میں "نوع انسانی کی نجات کا ذریعہ اسلام" کے عنوان سے خطاب کیا۔ حاضرین میں ہندوستانی، پاکستانی، عرب، یوروپین، امریکن اور افرو امریکن شامل تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ تاریخ انسانی میں غلامی کی دو شکلیں نظر آتی ہیں۔ انفرادی سطح پر حیوانی خواہشات کی غلامی اور اجتماعی سطح پر معاشرے کے اعلیٰ طبقات یعنی جاگیرداروں اور بادشاہوں کی غلامی۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو انسانوں کی اس غلامی سے نجات دلانے کی خاطر اپنے رسول ؑ بھیجے۔

انہوں نے کیمونزم اور کیپٹل ازم دونوں کی مثالیں دیں اور بتایا کہ ان دونوں نظاموں نے معاشرے کے اعلیٰ طبقات کے ہاتھ مضبوط کئے لیکن نبی اکرم ؐ نے تعلیم و تبلیغ اور تربیت کے ذریعے عرب کے بدوؤں کی زندگیوں میں صرف ۲۳ سال کی قلیل مدت میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ انفرادی سطح پر انہیں صبر و قناعت کی دولت سے مالا مال کر دیا اور اجتماعی سطح پر غلامی کی زنجیریں توڑ کر اسلام کا عادلانہ نظام قائم کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس زمانے کی فارس اور رومی سلطنتوں کی مثالیں پیش کیں کہ کس طرح انسانوں کے ساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ صرف اسلام کا عادلانہ نظام ہی ہر قسم کے استحصال اور جبر و تعدی سے پاک نظام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ایسی ہستی ہے جس کا کسی خاص جنس، خطے اور رنگ و نسل سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ تمام انسانوں کا خالق و مالک ہے۔

اتوار ۳/ اگست

آئی سی آئی گرینڈ میک ایونیو، سینٹ کلیئر شورز (ڈیٹرائیٹ) مشی گن کے مقام پر ڈاکٹر اسرار احمد نے "امت مسلمہ کی حالت زار" کے عنوان سے خطاب کیا۔ حاضرین میں بیشتر تعداد عرب باشندوں کی تھی ان کے علاوہ ہندوستانی اور پاکستانی مسلمان تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بنی اسرائیل جنہیں تمام انسانوں پر اللہ تعالیٰ نے فضیلت عطا کی تھی لیکن جب انہوں نے اپنا فرض منصبی ادا کرنے سے گریز کیا تو وہی بنی اسرائیل اللہ کے غضب کا نشانہ بنے۔ اسی طرح موجودہ امت مسلمہ اپنے کرتوتوں کی پاداش میں اللہ کے عذاب ادنیٰ سے دوچار ہے۔ وہ فرض جو ہم ادا نہیں کر رہے اقامت دین کی جدوجہد کا فریضہ ہے، چنانچہ جب تک ہم غلبہ دین کی جدوجہد کے فریضہ سے عہدہ برا نہیں ہوتے، اس عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ اقامت دین کے لئے کام کرنے والی جماعت میں یہ پانچ خصوصیات ہونی ضروری ہیں۔

۱۔ اقامت دین بطور اعلانیہ ہدف
۲۔ سمع وطاعت پر مبنی نظم
۳۔ قرآن وسنت سے ماخذ طریقہ کار
۴۔ بے داغ کردار کی حامل قیادت
۵۔ دستوری تنظیم کی بجائے بیعت کا نظام

منگل ۵/ اگست

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے سکرامنٹو کی مسجد میں "برعظیم پاک وہند کے مسلمانوں کی موجودہ حالت" کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی عظیم اکثریت برعظیم پاک وہند میں بستی ہے۔ اس خطے میں پہلی مرتبہ اسلام ۷۱۲ء میں داخل ہوا تھا جب محمد بن قاسم یہاں آئے تھے مگر یہ ایک مختصر دور تھا۔ اس کے تقریباً ۳۰۰ سال بعد ۱۰۰۰ء میں جب دوبارہ اسلام یہاں آیا تو وہ پہلے کے سیدھے سادے اسلام کے برعکس کئی طرح کے عقائد ساتھ لئے ہوئے تھا۔ ہندوستان پر مغلوں کی ۳۲۵ سال کی حکمرانی اورنگ زیب عالمگیر کے بعد زوال سے دوچار ہونا شروع ہوگئی تھی، بعد ازاں انگریز آئے تو انہوں نے مسلمانوں کو زیر نگیں کرنے کے لئے ہندوؤں کی پشت پناہی کی جس کے خلاف سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی بیداری کی مہم کا آغاز کیا۔ ان کے بعد مسلم لیگ اسلام کی بنیاد پر پاکستان کے نام سے یہ کہہ کر ایک علیحدہ مسلم ریاست کا نظریہ لے کر میدان میں آئی کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں لیکن پاکستان کے قیام کے بعد اسلام کا تصور پس پشت چلا گیا۔ ادھر جماعت اسلامی بھی اسلامی اصولوں کو نظرانداز کرتے ہوئے الیکشن کی سیاست میں شامل ہوگئی چنانچہ قوم لسانی گروہوں میں بٹ گئی اور 25 سال بعد پاکستان دولخت ہوگیا مگر اس کے باوجود مسلمانان پاکستان نے ہوش کے ناخن نہیں لئے۔ دوسری جانب بھارت کے مسلمانوں نے یہ غلطی کی کہ اپنے آپ کو ہندوؤں کے ساتھ ملا کر ایک قوم سمجھ لیا لیکن جب بھارت میں جبری نس بندی کے مسئلے پر مسلمانوں نے اپنا ووٹ الگ کرلیا اور اندرا گاندھی "ہندو دیوی" کے روپ میں سامنے آئی تو ہندوؤں اور مسلمانوں میں تفریق پیدا ہونا شروع ہوئی اور ہندو ذہن کھل کر سامنے آ گیا۔ بھارت کے مسلمانوں نے دراصل پاکستان کی تحریک میں شامل ہو کر اپنا فرض ادا کر دیا تھا اس کے بعد پاکستان کے مسلمانوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ پاکستان کو مضبوط بنا کر بھارت کے مسلمانوں کے لئے سہارا بنتے مگر ایسا نہ ہو سکا۔

بدھ ۶/ اگست

اسی مقام پر ڈاکٹر اسرار احمد نے "اقامت دین" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اقامت دین سے مراد پورے دین کا غلبہ ہے جس کی جدوجہد قرآن کی رو سے ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی "جہاد فی سبیل اللہ" کے بغیر ممکن نہیں، چنانچہ قرآن میں اہل ایمان کو جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جماعت کا قیام شرط لازم ہے۔ آج دنیا بھر میں کسی ایک جگہ بھی اسلام کا مکمل نظام نافذ نہیں ہے۔

جمعرات ۷/ اگست

ڈاکٹر اسرار احمد نے سکرامنٹو کے نواحی قصبے ڈیوس میں "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے وہ پانچ ادوار گنوائے جن کی پیشین گوئی نبی ؐ نے کی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ حاکمیت مطلقہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، انسان کے لئے صرف خلافت یا نیابت ہے۔ قرآن کی رو سے پہلے نبی خلیفہ بھی ہوتا تھا لیکن آخری نبی ؐ کے بعد خلافت اب امت کا اجتماعی معاملہ ہے۔ خلافت کے اہم پہلو درج ذیل ہیں۔

۱۔ حاکمیت صرف اور صرف اللہ کے لئے ہے۔
۲۔ قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو سکتی۔
۳۔ مکمل شہریت صرف مسلمانوں کو حاصل ہوگی، غیر مسلموں کو قانون سازی اور اعلیٰ سطحی پالیسی سازی میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

خلافت کے قیام کی جدوجہد اسی طرز پر کی جائے گی جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ چنانچہ سیرت نبوی ؐ کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ فلسفہ سیرت کا فہم ضروری ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے تینوں لیکچر سننے کے لئے خاصی بڑی تعداد میں لوگ تشریف لائے۔

جمعہ ۸/ اگست

سانٹا کلارا، شمالی کیلیفورنیا میں نماز جمعہ کے حاضرین سے مسلم کمیونٹی ایسوسی ایشن (MCA) سنٹر میں اپنے خطاب میں ڈاکٹر اسرار احمد نے مختلف آیات قرآنی کے حوالے سے قرآن مجید کی عظمت اور احترام پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ اصل قرآن مجید لوح محفوظ میں رکھا ہے ہمارے پاس جو مصاحف قرآن ہیں، وہ اس کی مصدقہ نقول ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو شخص جتنا زیادہ علم و شعور اور صلاحیت رکھتا ہے اسی نسبت و تناسب سے وہ قرآن مجید کے حقوق ادا کرنے کا مکلف ہے جو بنیادی طور پر پانچ ہیں یعنی :

۱۔ قرآن کو کامل یقین کے ساتھ اللہ کا کلام ماننا اور اس کا احترام کرنا۔
۲۔ قرآن مجید کی صحیح تلاوت کرنا۔

(باقی صفحہ ۵ پر)

کاروان خلافت منزل بہ منزل

اسرہ ایبٹ آباد کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

۷ جولائی کو بعد نماز عصر جامع مسجد سمال انڈسٹری سٹیٹ میں درس قرآن ہوا' جس میں بیس احباب شریک ہوئے۔ ۸ جولائی کو بعد نماز عصر اور مغرب دعوتی پروگرام ہوئے۔ پہلا دعوتی پروگرام ناڑی روڈ کی جامع مسجد میں ہوا جبکہ دوسرا پروگرام بعد نماز مغرب مسجد ڈھیڑیاں میں ۱۱ جولائی کو بعد نماز عصر ایوب میڈیکل کالج سے متصل جامع مسجد میں "عبادت رب" کے موضوع پر ہوا۔ مسجد ہذا کے امام قاری فضل عظیم صاحب کی خصوصی دعوت پر آئندہ ہفتہ وار درس قرآن کے انعقاد کا فیصلہ ہوا۔

۱۲/ جولائی کو راقم نے بلوچ رجمنٹ ایبٹ آباد کے سینئر آفیسر سے ملاقات کی اور انہیں دین کی جانب سے عائد فرائض سے آگاہ کیا۔ ۱۶ جولائی کو بعد نماز عصر سمال انڈسٹری سٹیٹ میں منتخب نصاب پر مبنی درس قرآن ہوا۔ ۱۷ جولائی کو مسجد جواہر التوحید ایبٹ آباد میں درس قرآن منعقد ہوا۔ درس کے بعد جناب قاسم صاحب سے ملاقات ہوئی' موصوف دینی خاندان کے چشم و چراغ اور دین کے بارے میں خصوصی تڑپ رکھتے ہیں۔ ۱۸ جولائی کو رفیق تنظیم نصیر احمد کے گاؤں "کالا پانی" کی مسجد میں دعوتی اجتماع منعقد ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد دعوتی لٹریچر تقسیم کیا گیا یہاں نوجوانوں کی کثیر تعداد نے ہمارے دعوتی پروگرام میں شرکت کی۔ ۲۵ جولائی کو ناظم حلقہ شمس الحق اعوان خطاب جمعہ کے لئے موسیٰ دی ہٹی پہنچے' انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت کے موضوع پر خطاب کیا۔ مسجد کے باہر کتب کا سٹال بھی لگایا گیا۔ ۳/ اگست کو تنظیم کے دفتر میں تنظیمی اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں تنظیمی پروگراموں کا جائزہ لیا گیا اور آئندہ کے نئے دعوتی سرگرمیوں کا خاکہ تیار کیا گیا۔

(رپورٹ : ذوالفقار علی' ایبٹ آباد)

امیر حلقہ مالاکنڈ کی دعوتی سرگرمیاں

۱۰ / اگست کو ذیلی حلقہ مالاکنڈ کے رفقاء کا مشاورتی اجلاس بٹ خیلہ میں منعقد ہوا جس میں حلقہ سرحد کے امیر جناب میجر(ر) فتح صاحب کی صدارت میں امیر حلقہ کے دورۂ مالاکنڈ کو حتمی شکل دی گئی اور ذیلی حلقہ مالاکنڈ ڈویژن کے امیر جناب غلام اللہ حقانی کے ہفتہ وار دوروں کا نظام الاوقات طے کیا گیا۔ پروگرام کے مطابق آپ نے ۱۶/ اگست کو گاؤں "باغ" میں بعد نماز عصر سورۂ فاتحہ کا درس دیا جس میں تنظیم اسلامی کی دعوت پیش کی۔

بعد از نماز عشاء کھانے کے بعد ایک دعوتی نشست منعقد ہوئی جس میں شرکاء نے' جو مختلف پارٹیوں سے تعلق رکھتے تھے' مختلف سوالات کئے اور تنظیم اسلامی کے پروگرام سے آگاہی حاصل کی۔ اگلی صبح اتوار کو اپنے میزبانوں کو دعوتی لٹریچر اور کیسٹ دیئے اور اگلی منزل پر روانہ ہو گئے۔ یہ منزل ہمارے لئے رفیق عالم زیب کی قیام گاہ تھی' جہاں رفیق تنظیم غلام حمید صاحب بھی قیام پذیر ہیں۔ عالم زیب بالکل نوجوان اور صلاحیتوں سے بھرپور انسان ہیں اور گاؤں کی مسجد کی امامت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ انہیں متحرک کرنے کے لئے خصوصی نشست منعقد کی گئی۔ دوپہر بارہ بجے دعوتی قافلہ راقم کے گاؤں کمبڑ میدان پہنچا جو تحریک نفاذ شریعت کے امیر صوفی محمد صاحب کا گڑھ ہے یہاں بلال مسجد میں تمام معاونین تحریک خدمت کا ایک مشاورتی اجلاس منعقد کیا گیا۔ ڈھائی بجے دوپہر پروگرام شروع ہوا اور آپ نے سورۂ بقرہ کے چوتھے رکوع کے حوالے سے درس دیا اور تہذیبوں کا ٹکراؤ کے عنوان سے نہایت جامع تقریر فرمائی۔ بعد میں احباب کو سوالات کی دعوت دی گئی اور احباب کے سامنے تنظیم اسلامی کی دعوت بھی پیش کی گئی اس نشست میں چار احباب تحریک خلافت کے معاون بنے۔ حلقہ مالاکنڈ کے امیر غلام اللہ حقانی نے دعوتی خطابات کے ذریعے علاقہ کے عوام کو تنظیم اسلامی کا پیغام پہنچایا۔

(مرتب : احسان الودود' کمبڑ ضلع دیر)

تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کا ماہانہ تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کا ماہانہ تربیتی اجتماع ۱۰/ اگست کو تنظیم کے دفتر میں منعقد ہوا۔ اجتماع کا آغاز جناب محمد رفیق نے سورہ الرعد کے ایک رکوع کی تلاوت سے کیا۔ بعد ازاں تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کے امیر نے تلاوت کردہ آیات کا مفہوم بیان کیا۔ دوسری نشست میں فکر آخرت کے موضوع پر مذاکرہ منعقد ہوا۔ تنظیم کے امیر نے جناب رؤف اکبر نے کہا کہ اقامت دین کا کٹھن کام پھولوں کی سیج نہیں بلکہ یہ راہ مشکلات اور تکلیفوں سے بھری ہوئی ہے چنانچہ اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کے لئے اخروی زندگی پر ایمان کامل ضروری ہے۔

ضرورت رشتہ

پشاور کی رہنے والی 33 سالہ' سید خاندان' تعلیم یافتہ' مطلقہ کے لئے دینی مزاج کے حامل شخص کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ : حاجی محمد یوسف معرفت وارث خان' 18- اے' ناصر مینشن' پشاور

مسودۂ زندگی

زندگی اے زندگی!! آخر ہے کیا یہ زندگی؟ بڑے غور و خوض کے بعد پتہ چلا ہے کہ یہ مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ دنیا میں آئے تو ایک بڑے تکلیف دہ احساس کے بعد شعور حاصل ہوا کہ زندگی میں دکھ اور سکھ سب کا چل چلاؤ ہے۔ ان مع العسر یسرا۔

دکھ کیا ہے؟ ایک احساس کا نام ہے۔ اسی احساس کو خدا کے احکام کے تابع کر دینے سے ایک خوشگوار احساس کا آغاز ہوتا ہے' جو ہماری تمہاری زندگیوں کو حسین بناتا ہے' اللہ بھی خوش اور بندہ بھی خوش۔ لیکن یہ بھی سوچنے کی بات ہے لیکن یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ دنیا میں تلخیاں اور دکھ کس قدر پھیلے ہوئے ہیں! پاکستان بہترین خطہ اور بہترین افراد رکھنے کے باوجود کس قدر مسائل سے دوچار ہے۔ معاشی مسائل ہوں یا سیاسی' اقتصادی مسائل ہوں یا مادی' اصلاح ملت کی اشد ضرورت ہے جو کہ اسی وقت مفید ثابت ہو سکتی ہیں کہ باہم منظم ہو کر قرآن کی راہ کو اپنا لیں۔

دنیاوی سکون اور اخروی سکون حاصل کرنے کیلئے مطالعہ قرآن انتہائی ضروری ہے کہ بے روزگاری' دکھ' تکالیف اور تلخیاں اسی وقت دور ہو سکتے ہیں کہ ہم خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ اپنے اپنے گریبان میں جھانکنے کا موقع ہمیں بہترین راہ پر اکساتا ہے۔ صلاحیتیں نکھرتی ہیں' مزاج درست ہوتے ہیں اور آگے بڑھنے کے بے شمار مواقع ملتے ہیں۔ جن کو ہم خود اپنی غلطیوں سے فراموش کر چکے ہوتے ہیں۔

مرسلہ : مسز امتیاز' لاہور

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۶، شمارہ ۲۸
سالانہ زرتعاون -/۱۲۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: ۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۰۳۔۵۸۶۹۵۰۱

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

ہفتہ رفتہ کی خبریں

قاضی حسین احمد کی گرفتاری کے خلاف جماعت اسلامی نے یوم احتجاج منایا

جماعت اسلامی نے قاضی حسین احمد کی گرفتاری کے خلاف یوم احتجاج منایا۔ لاہور میں بارش کے باوجود متعدد مقامات پر شام تک احتجاجی پروگراموں کا سلسلہ جاری رہا۔ جماعت اسلامی لاہور کے زیر اہتمام مسجد شہداء کے سامنے احتجاجی مظاہرے کی قیادت امیر لاہور فرید احمد پراچہ نے کی جبکہ واٹن روڈ، اسلام نگر کے احتجاجی مظاہرے کی قیادت عبدالرشید، داروغہ والا میں ڈاکٹر عامر صدیقی، ٹاؤن شپ میں راؤ محفوظ، شادباغ میں چودھری شوکت علی، سمن آباد میں چودھری ابراہیم اور شاہدرہ میں چودھری رشید نے احتجاجی پروگراموں کی قیادت کی۔ اس موقع پر مظاہرین نے جماعت کے پرچم بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر حکومت کے خلاف نعرے درج تھے۔ (جنگ، ۲۳/اگست)

ججوں کی تعداد میں کمی عدلیہ کی آزادی ختم کرنے کی کوشش ہے ○ اعتزاز احسن

سینٹ میں قائد حزب اختلاف چودھری اعتزاز احسن نے کہا ہے کہ چیف جسٹس آف پاکستان کی طرف سے سپریم کورٹ میں بعض ججوں کے تقرر کے موقع پر سپریم کورٹ میں ججوں کی مستقل آسامیوں کو کم کر کے حکومت نے عدلیہ کی آزادی ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ججز کیس میں سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا تھا کہ جب تک مستقل آسامیاں پر نہ ہو جائیں اس وقت تک کوئی عارضی جج سپریم کورٹ میں مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی اس وقت منشا یہی ہے کہ سپریم کورٹ میں عارضی جج لگا کر عدلیہ کی آزادی کو سلب کیا جائے۔ اس منصوبے کے تحت حکومت نے سپریم کورٹ کی مستقل اسامیوں کی تعداد کم کر دی ہے۔ تاکہ چیف جسٹس پاکستان نے جن ججوں کا تقرر کرنا چاہا ہے انہیں مستقل بنیادوں پر مقرر نہ کیا جا سکے۔ اور وزیراعظم کی سفارش پر صدر جب چاہیں انہیں گھر بھیج دیں۔ (جنگ، ۲۳/اگست)

ایغور مسلمانوں کی بغاوت سے سنکیانگ چینی چھاؤنی بن گیا

چین کے جنوب مغربی صوبے سنکیانگ میں ایغور مسلمانوں کی بغاوت کے بعد یہ صوبہ چینی فوج کی چھاؤنی میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اس صوبے میں دس لاکھ چینی فوجی تعینات ہیں۔ صوبے میں داخلے کے لئے گیارہ زمینی اور صرف ایک فضائی راستہ ہے۔ ہر آنے جانے والے کی مکمل تلاشی لی جاتی ہے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور مواصلات و ابلاغ کے تمام بیرونی ذرائع منقطع کر دیئے گئے ہیں۔ یہاں بغاوت گزشتہ سال نومبر میں ایغور مسلمانوں کی طرف سے 16 پولیس اہلکاروں کے قتل کے بعد ہوئی تھی۔ چین کی بے رحمانہ پالیسی کے تحت یہاں تشدد شروع ہو گیا اور رجی میں علیحدگی پسندوں اور چینی فوجوں میں زبردست جھڑپیں ہو چکی ہیں، صوبے بھر میں مظاہرے جاری ہیں۔ گزشتہ جولائی میں چین کی طرف سے 9 علیحدگی پسندوں کی پھانسی کا اعلان کیا گیا جب کہ علیحدگی پسندوں کے مطابق ان کے اب تک ایک ہزار ساتھی پھانسی پا چکے ہیں۔ (نوائے وقت، ۲۶/اگست)

اسلامی قوانین کے تحت کسی کو بغیر وارنٹ گرفتار نہیں کیا جا سکتا ○ اسلامی نظریاتی کونسل

اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے پاکستان کے آئین اور قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے اپنی حتمی سفارشات منگل کو قومی اسمبلی میں پیش کر دی گئیں۔ کونسل نے اسمبلی کو سفارش کی ہے کہ اسلامی قوانین کے تحت کسی بھی شخص کو بلا وارنٹ گرفتار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اسے حراست میں لیا جا سکتا ہے۔ اگر حکومت کو کسی کے بارے میں شبہ ہے کہ وہ دہشت گردی کا مرتکب ہونے والا ہے تو حکومت اس کی سرگرمیوں کی نگرانی کرے لیکن اسے گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ شریعت کے مطابق الزام لگانے والے کو سزا دینے سے پہلے اپنے تمام الزامات عدالت میں ثابت کرنے چاہئیں۔ سفارشات میں کہا گیا ہے کہ ہر شخص اس وقت تک بے گناہ ہے جب تک اس کے خلاف جرم ثابت نہ ہو جائے۔ سفارشات میں مزید کہا گیا ہے کہ کسی شخص کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں نہیں پہنائی جا سکتیں اور نہ ہی اسے شرعی فرائض کی ادائیگی سے روکا جا سکتا ہے۔ کونسل نے سفارش کی ہے کہ ہر قیدی کو اپنی بیوی کے ساتھ چار ماہ کے عرصہ میں ایک یا دو روز بسر کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ (نوائے وقت، ۲۱/اگست)

گجرال ڈاکٹرین پاکستان کو بھارت میں ضم کرنا ہے

بھارت کے وزیر اعظم اندر کمال گجرال کا بھارت کے استعماری عزائم پر مبنی فلسفہ جس کو گجرال ڈاکٹرین کے نام سے جانا جاتا ہے، برصغیر میں تقسیم ہند کے نتیجہ میں ابھرنے والے پاکستان اور بھارت نام کے دو ممالک کو ایک ساتھ ملانے پر منتج ہو گا۔ اس سلسلے میں بھارت کے وزیر دفاع ملائم سنگھ یادیو تگ و دو کر رہے ہیں۔ اس بات کا انکشاف بھارت کے زی ٹی وی نے کیا ہے۔ تبصرہ نگار کے مطابق بھارت کے وزیر دفاع ملائم سنگھ یادیو پاکستان اور بھارت ہی کو نہیں بلکہ بنگلہ دیش کو بھی ساتھ ملا کر کنفڈریشن قائم کرنے کے حق میں ہیں۔ تبصرہ نگار نے کہا کہ گجرال ڈاکٹرین کا اصل ہدف پاکستان اور بھارت کی مصنوعی تقسیم کو ختم کرنا ہے۔ بقول ان کے اس مصنوعی تقسیم کی وجہ سے ہر سال کھربوں روپے دفاع پر خرچ ہو رہے ہیں۔ اس رقم کو بچا کر دونوں ممالک کے کروڑوں عوام کی زندگیوں کو خوشحال بنایا جا سکتا ہے۔ (نوائے وقت، ۲۱/اگست)

چیف جسٹس آف پاکستان کی رہائش گاہ کے باہر ہوائی فائرنگ

پشاور روڈ پر اولڈ سپریم کورٹ کی بلڈنگ کے عین سامنے ایک کار پر سوار نامعلوم افراد نے ٹرپل ٹو رائفل سے فضا میں گولیاں چلائیں۔ عینی شاہدوں کے مطابق مسلح افراد تیزی سے گولیاں چلانے کے بعد فرار ہو گئے۔ اعلیٰ افسران فائرنگ کے واقعہ کے بعد فوری طور پر موقع پر پہنچے اور ضلع بھر میں ناکہ بندی کرا دی۔ گولیاں جس کار سے چلائی گئیں اس کا رخ راولپنڈی صدر کی طرف تھا۔ یہ واقعہ چیف جسٹس کی آمد سے صرف تین منٹ پہلے ہوا۔ (جنگ، ۲۱/اگست)